اصلاحِ معاشرہ

ہم اگر یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ صالح قسم کا معاشرہ ہو، سب لوگ ایک دوسرے کے ہم درد ہوں، سب کی جان، مال اور عزت محفوظ ہو۔ اس میں بدکاری نہ ہو، چوری نہ ہو، ڈاکے نہ ہوں۔ رشوت ستانی نہ ہو، الغرض نیکی کی فراوانی اور حکمرانی ہو اور برائی مغلوب و محکوم ہو تو پھر اس کا طبعی، سائنٹیفک اور نبوی طریق یہ ہے کہ معاشرے میں توحید کی دعوت کو (اصل اور جامع شکل میں) پوری قوت کے ساتھ عام کیا جائے، کیوں کہ یہ تمام نیکیوں کی جڑ اور سب سے قوی ترین اور ثقیل ترین نیکی ہے اور شرک وبداخلاقی کی پوری طاقت کے ساتھ تردید کی جائے، اس کے دلائل کو توڑا جائے، اس کے مظاہر و معابد کو مسمار کر دیا جائے۔ کیوں کہ شرک تمام برائیوں کی بنیاد اور سب سے قوی ترین اور ثقیل ترین برائی ہے۔ ثقیل ترین نیکی جب معاشرے میں جاگزیں ہو جائے گی تو پھر تمام نیکیاں اس کی قوت اور کشش ثقل کی بنا پر خود بخود اس کی طرف کھینچتی چلی آئیں گی۔ اور اس طرح ثقیل ترین برائی جب معاشرے سے رخصت ہوگی تو تمام برائیاں اس کی کشش ثقل کی بنا پر اس کے ساتھ ہی رخصت ہوتی چلی جائیں گی۔ (قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ)

۵۴۔کاروبار میں دھوکا دینا:

" نهى رسول الله ﷺ أن يبيع حاضر لباد ولا تناجشوا ولا يبيع الرجل على بيع أخيه . "

''اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شہری کسی بدوی کا دلال بنے اور نہ ہی تم خرید وفروخت کے وقت محض دھوکا دینے کے لیے قیمت بڑھاؤ اور نہ ہی کوئی اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے۔''

۵۵۔نماز نہ پڑھنا:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

((العهد الذي بيننا وبينهم الصلاة فمن تركها فقد كفر .))

(مسند أحمد: ٥/٣٤٦، ابن ماجه: ١٠٦٩)

''ہمارے اور کافروں کے درمیان عہد نماز ہے جس نے اس کو چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إن بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلاة .))

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ٨٢، أبو داود، رقم الحديث: ٤٦٧٨، مسند أحمد: ٣/٢٧٠)

''شرک، کفر اور مسلمان بندے کے درمیان فرق نماز کا چھوڑنا ہے۔''

۵۶۔گمراہی کی طرف دعوت دینا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من دعا إلى الضلالة كان عليه من الاثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلك من آثامهم شيئا .)) (صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٦٧٤، أبو داود، رقم الحديث: ٤٦٠٩، سنن ابن ماجه، رقم الحديث: ٢٠٦)

''جو کسی گمراہی کی طرف دعوت دیتا ہے اس کے اوپر اُن تمام لوگوں کا برابر گناہ ہوگا جو اس کی اتباع کریں گے اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔''

(عبدالرحیم بلتستانی)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفیة

03 رجب المرجب 1433ھ جمعة المبارک 25 تا 31 مئی 2012ء

شمارہ 21 جلد 64

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	12/- روپے
سالانہ	:	500/- روپے
بیرونی ممالک سے	:	200/- ریال
		60/- ڈالر امریکی

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

ربطِ ملت

حافظ احمد شاکر

قرآن وسنت کی روشنی میں رہ کر آزادیِ فکر، یا یوں کہہ لیں کہ کسی بھی ’’قلادے‘‘ سے بے نیازی ایک بہت بڑی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے عاملین بالحدیث کو عطا کی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس برکت ورحمت کے باعث معاشرے اور تاریخ میں ان کے نقوش کو عوام الناس سنگ میل جان کر اپناتے ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد عاملین بالحدیث نے جماعتی نظم وضبط کے لیے قیامِ پاکستان کے وقت فسادات سے متاثرہ افراد، خصوصاً علماء کو تلاش کر کے ان سے باہمی رابطے کیے اور یوں اجڑے اور بچھڑے ہوؤں کے دلوں کے زخم مندمل کرنے کی کوشش کی، اور یہی رابطے بعد میں تعارف پھر تعلق اور پھر تنظیم کی شکل اختیار کر گئے، اور بطور تنظیم اہل حدیث علماء وعوام مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی ایک لڑی میں پروئے گئے۔ الحمدللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان نے تنظیم کے لیے رکن سازی کی پھر مقامی، شہری اور صوبائی مراکز تشکیل دیے۔ بنیادی اصول طے کر کے شہری وصوبائی مجالس عاملہ وشوریٰ کے تنظیمی ڈھانچے ترتیب دیے اور انھی میں سے مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی مجلس شوریٰ، مجلس عاملہ اور کابینہ کا انتخاب کر کے مرکزی جمعیت کو متحرک کیا۔ یہ نظم احوال کے نشیب وفراز کے ساتھ الحمدللہ رواں دواں ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث نے علمی خدمات کے میدان میں اعیان جماعت کے مشوروں سے ’’دینیات‘‘ (اردو ترجمہ مشکلات الاحادیث النبویہ) تقویۃ الایمان کا محقق، مرتب ایڈیشن جو تصحیح کے علاوہ علمی حواشی اور ایک تاریخی سے مقدمے سے مزین تھا، ’’مسئلہ توحید‘‘ جو مولانا محمد داود غزنوی رحمہ اللہ کا حجۃ اللہ البالغہ کا انتخاب تھا (اردو)، تنـویر العینین فی اثبات رفع الیدین (عربی)، بغیۃ الفحول (عربی) از حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ پھر مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کی معرکہ آراء کتاب شہادت القرآن کی خوبصورت اشاعت کی بطور ترجمان مرکزی جمعیت ہفت روزہ الاعتصام کی طویل اشاعتی خدمات کے علاوہ الاعتصام کا حجیت حدیث نمبر، ۱۸۵۷ء کا تحریک آزادی نمبر کے علاوہ اس کے مختلف وقیع علمی عید ایڈیشن پھر ہفت روزہ اہل حدیث کا اجراء اس کی مختلف علمی اور شخصیات پر خصوصی اشاعتیں مرکزی جمعیت اہل حدیث کی مختصر سی علمی خدمات ہیں۔

اس کے علاوہ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان تبلیغی خدمات کے میدان میں ایک طویل عرصہ مقامی، شہری وصوبائی کانفرنسوں کے علاوہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ایک مرکزی کانفرنس کا انعقاد بڑے اہتمام سے کرتی رہی یہ کانفرنس تین روز جاری رہتی اور مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس بھی ۳ روز ہی جاری رہتا جس میں مرکزی جمعیت کے اہم ترین جماعتی، انتظامی، ملکی اور سیاسی فیصلے کیے جاتے۔ ان کانفرنسوں کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہوتی تھی کہ اس کانفرنس میں اپنے مسلک کی تمام تنظیموں کے اکابر اور قائدین کو دعوتِ شرکت وخطاب دی جاتی اور سب اصحاب اختلاف نظم کے باوجود ان میں شرکت فرما کر مسلک حقہ اہل حدیث کی مثبت اور بھرپور ترجمانی کرتے اور مسلکی یک جہتی کا اظہار فرماتے۔ بلکہ ان کانفرنسوں میں دیگر مکاتب فکر کے اصحاب کو بھی دعوت دی جاتی مثلاً دیوبند مکتب فکر کے داعی توحید سیّد عنایت اللہ شاہ گجراتی رحمہ اللہ، سیّد مظفر علی شمسی، آغا شورش کاشمیری۔ ان کے علاوہ اہم سیاسی جماعتوں کے قائدین، نوابزادہ نصر اللہ خاں، میاں محمود علی قصوری شیخ خورشید احمد ایڈووکیٹ امرتسری اور وقت کے بے بدل خطیب آغا شورش کاشمیری جیسے حضرات کے خطابات سے احبابِ جماعت کی سیاسی راہنمائی کا اہتمام کیا جاتا، اور حقیقت یہ ہے کہ دور دراز دیہات کے اہل حدیث عوام الناس اس کانفرنس کا سال بھر انتظار کرتے اور جس شہر میں یہ کانفرنس منعقد ہوتی میڈیا اس بات کا کھلے دل سے اظہار کرتا کہ دینی اجتماعات میں اہل حدیث کا یہ واحد اجتماع ہوتا ہے جس سے شہر کی مساجد کی رونق تو بڑھتی ہے لیکن باغات اور سیر گاہوں کی رونق میں اضافہ نہیں ہوتا۔

تدریسی وتعلیمی خدمات میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کا اہم کارنامہ ۱۹۵۵ء کی لائل پور (حال فیصل آباد) میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کی سالانہ کانفرنس کے موقع پر مجلس شوریٰ کے ایک فیصلے کے تحت اہل حدیث کی ایک مرکزی درس گاہ کا قیام، جس کا نام مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے الجامعۃ السلفیہ تجویز کیا اور ہال نے بالاتفاق منظور کر لیا۔ اس کا انتظام وانصرام، اور عالمی سطح پر جامعہ سلفیہ کا علمی مقام واحترام بفضلہ تعالیٰ مثالی ہے اور جامعہ سلفیہ الحمدللہ قیام کے دن سے

ہر سال، ہر ماہ بلکہ ہر روز علم میں ترقی پذیر اور تعمیر میں وسعت و برکت سے مالا مال ہے اور یہ تا دم تحریر جاری ہے۔

ایسے ہی مرکزی جمعیت وطن عزیز میں اٹھنے والی ہر مذہبی تحریک (۱۹۵۳ء کی اینٹی قادیانی تحریک) سیاسی سرگرمیوں (۳۱ علماء کے ۲۲ دستوری نکات) اور رفاہی خدمات (سیلاب کی تباہ کاریوں) میں بھی ہمیشہ شامل رہی۔ ملکی سیاست میں مرکزی جمعیت کسی ایک سیاسی جماعت کے ساتھ کبھی منسلک نہ ہوتی بلکہ اراکین شوریٰ کو مرکز کی طرف سے اپنے اپنے علاقوں میں مقامی ترجیحات کو ملحوظ رکھنے کی عمومی ہدایت ہوتی تھی۔ اور کم وبیش ستر کی دہائی تک مرکزی جمعیت کی سیاست اسی اصول کے گرد گھومتی رہی، اور جب مرکزی جمعیت نے بطور مسلکی فکر کے میدان سیاست میں اترنے کا فیصلہ کیا تو اس کے بعد ہی مختلف فقہی و مسلکی مکاتب فکر میدانِ سیاست میں وارد ہوئے جس کے نتائج تاریخ محفوظ کر رہی ہے۔ ہمارے تبصرے کی ضرورت نہیں نیز وطن عزیز کے دیگر اہم اداروں اسلامی نظریاتی کونسل اور مرکزی وصوبائی رؤیت ہلال کمیٹیوں، سیرت کانفرنسوں میں حاملین مسلک اہل حدیث کو بھی نمائندگیاں ملتی رہیں جبکہ مختلف اوقات میں حضرت مولانا محمد داود غزنوی حضرت مولانا محی الدین لکھوی اور حضرت مولانا معین الدین لکھوی ﷫ اپنے ذاتی مقام ومرتبہ اور عقیدت و نیازمندی کے باعث اسمبلیوں کے رکن بھی منتخب ہوتے رہے اور پھر بعد میں مرحوم جنرل ضیاء الحق نے اپنے صوابدیدی اختیارات کے تحت جب مجلس شوریٰ قائم کی تو اس وقت بھی بعض اعیان جماعت کو مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کیا۔

میاں نواز شریف سیاست بلکہ اقتدار میں جب آئے یعنی پہلی مرتبہ وزیر اعظم بنے تو اس وقت ان پر خاندانی مذہبی ماحول اور تربیت کے اثرات نمایاں تھے، مرکزی جمعیت اسی دوران میاں سے متاثر اور ان کی مسلم لیگ (ن) سے منسلک ہوئی، اس وقت مسلم لیگ (ن) کو ایک ایک سیٹ کی ضرورت تھی، اور ضلع قصور کی سیٹ چونکہ عقیدت وعقیدے کی بنیاد پر لکھوی خاندان کے پاس تھی اس لیے انھوں نے مرکزی جمعیت کو اختلاف عقائد کے باوجود قبول کیا بلکہ خوش آمدید کہا کہ یہ ن لیگ کی ایک سیاسی ضرورت تھی۔ بعد میں مرکزی جمعیت اس کی مستقل اتحادی بن گئی۔ اس سیاسی اتحاد کو اھون البلیتین، یعنی کم تر برائی، بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس کے بالمقابل دیگر مضبوط سیاسی جماعتیں بالکل لادین بلکہ شاید اس سے بھی کچھ زیادہ ہی، تھیں جماعت کا ایک طبقہ اور وسیع حلقہ حسب ضرورت ن لیگ کی سیاسی حمایت کا حامی تو تھا لیکن عقائد کی خلیج کے باعث یہ اتحاد اس طبقے اور حلقے کو کبھی ہضم نہ ہوسکا کہ مرکزی جمعیت کی بنیاد ہی عقیدے پر ہے۔ تاہم افرادِ جماعت نجی مجالس میں اختلاف رائے کا اظہار تو کرتے رہے لیکن مرکزی جمعیت کو کبھی کسی سیاسی الجھن یا بحران میں نہیں ڈالا کہ اس سے تنظیمی یک جہتی پر خراش یا اس میں دراڑ آنے کا امکان تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میاں صاحبان نے جوارِ حرم سے واپس آ کر کوئی سیاسی معرکہ تو کیا بپا کرنا تھا کوئی اہم سیاسی قدم بھی نہیں اٹھایا جس سے دین، وطن اور عوام کو کسی بھی درجہ کی آسودگی ملی ہو، میاں صاحبان اپنے جن کارناموں کو بیان کرتے نہیں تھکتے ذرائع ابلاغ نے اب کسی راز کو راز نہیں رہنے دیا عوام ان کارناموں کے منظر، پس منظر اور تہ منظر سب سے جلد یا بدیر آگاہ ہوجاتے بلکہ ہوچکے ہیں۔ خصوصاً موجودہ حکومت کے چار سالہ دور کے کسی کارنامے سے بڑے میاں صاحب اپنی بریت ثابت نہیں کرسکتے۔ جمہوریت کی بقا کے نام پر میاں صاحب موجودہ حکومت کی ہر قباحت، ظلم اور بربریت میں برابر کے شریک رہے اور ہیں۔ اور میاں صاحب نے جمہوریت کے استحکام کے نام پر موجودہ حکمرانوں کی جا و بے جا حمایت کر کے پی۔ پی۔ پی کا سیاسی ہم زلف ہونا ثابت کر دیا ہے۔

ڈی جی خان میں مرکزی جمعیت کی شوریٰ کے بعض فیصلے پڑھ کر مرکزی جمعیت کی یہ مختصر تاریخ، امداف اور خدمات کا تذکرہ نوکِ قلم پر آ گیا۔ خصوصاً بعض علماء و اعیانِ جماعت سے نفرت کا ترشح لیے ہوئے بائیکاٹ کے اعلان سے تو بہت ہی قلبی و ذہنی کوفت ہوئی کہ مرکزی جمعیت کی تاریخ اس سے ابا کرتی ہے۔ یہ جذبات اگر کارکنوں کے تھے تو قیادت کو ملائمت، مفاہمت بلکہ شفقت و دانش مندی سے کارکنوں کے جذبات کو مثبت راہ پر ڈال کر جگ ہنسائی سے بچنا اور جماعتی اختلافات کو جماعت ہی کے پلیٹ فارم پر زیر بحث لانا اور طے کرنا چاہیے تھا۔ ایسے ہی ن لیگ کی اب بھی غیر مشروط حمایت مرکزی جمعیت کے تاسیسی اکابر کی صحیح سیاسی اور قدیم پالیسیوں سے عدم ہم آہنگی کے علاوہ موجودہ سیاسی حالات میں بھی ن لیگ کا کوئی ایسا اہم سیاسی قدم سامنے نہیں آسکا جسے پی۔ پی۔ پی سے کم نقصان دہ کہا جاسکے، سوائے ان معروف خرابیوں کے نام پر احتجاجی تحریکوں اور ہڑتالوں کے شو کے۔ اگر عوام یہ سوچیں کہ یہ خرابیاں شروع ہونے کے وقت کیا میاں صاحب سوئے ہوئے تھے؟ مراقبے میں تھے؟ یا دستور زباں بندی کے معاہدے کی وجہ سے خاموش تھے تو وہ حق بجانب ہیں۔

اس لیے ہماری درخواست ہے کہ مرکزی جمعیت شوریٰ کی اس قرارداد پر نظر ثانی فرما کر مسلکی یک جہتی کو تقویت دے۔ کہ بقول اقبال

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

حُسنِ خاتمہ کا عجیب واقعہ:

سورۂ یٰس کی یہ آیات تو بندۂ مومن کے جنت میں چلے جانے کے بعد کی ہیں، جب اُسے جنت میں جانے کا حکم مل گیا تو اُس نے کہا:

﴿ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ o بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ o ﴾ [يٰس: ٢٦، ٢٧]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسی نوعیت کا ایک عجیب واقعہ امام ابوالوقت عبدالاول السجزی الہروی (المتوفی ۵۵۳ھ) کے بارے میں ذکر کیا جنھیں انھوں نے "الشیخ، الإمام، الزاھد، شیخ الاسلام، مسند الافاق" کے القاب سے یاد کیا ہے۔ ان کے حلقۂ تلمذ میں امام ابن عساکر، علامہ ابن جوزی اور علامہ سمعانی جیسے اعیان شامل ہیں۔ خود اُن کا بیان ہے کہ امام ابوالحسن عبدالرحمن بن محمد داودی سے صحیح بخاری کے سماع کے لیے میں اپنے والد گرامی امام عیسیٰ بن شعیب کے ہمراہ ''بوشنج'' جانے کے لیے گھر سے نکلا۔ میری عمر دس سال سے کم تھی۔ میرے والد نے میرے ہاتھوں میں دو پتھر تھما دیے، میں ان کے خوف سے انھیں اٹھائے ہوئے ان کے ساتھ ساتھ تھا اور وہ وقتاً فوقتاً میری طرف دیکھتے تھے۔ جب انھوں نے محسوس کیا کہ میں تھک گیا ہوں تو انھوں نے فرمایا: ایک پتھر پھینک دو، میں نے ایک پتھر پھینک دیا۔ پھر ہم چلتے رہے تا آنکہ میں تھک گیا تو انھوں نے فرمایا: کیا تھک گئے ہو؟ میں نے ڈرتے ہوئے کہہ دیا: نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ پھر تم آہستہ کیوں چل رہے ہو؟ میں کچھ دیر تیزی سے ان کے ساتھ چلا اور مزید تھک گیا تو انھوں نے دوسرا پتھر مجھ سے لے کر پھینک دیا۔ پھر چل پڑے۔ جب میں تھکن سے چور چور ہوگیا تو انھوں نے مجھے اٹھا لیا۔ راستے میں ایک قافلہ ملا تو انھوں نے کہا: شیخ عیسیٰ! آپ یہ بچہ ہمیں دے دیں بلکہ آپ بھی ہمارے ساتھ سواری پر بیٹھ جائیں، ہم آپ کو بوشنج پہنچا دیں گے مگر والد صاحب نے فرمایا:

"معاذ الله أن نركب في طلب أحاديث رسول الله ﷺ بل نمشي."

''اللہ کی پناہ کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی طلب میں سوار ہو جائیں۔''

یہ تھک جائے تا تو میں حدیثِ رسول کی تکریم اور ثواب کے لیے اسے کندھے پر بٹھا لوں گا۔ میرے والد صاحب کی حُسنِ نیت کا نتیجہ ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ کتبِ حدیث کے سماع کی نعمت حاصل ہوئی۔ میرے اقران میں کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ تمام امصار سے لوگ اب میرے پاس سماع کے لیے آتے ہیں۔

امام عبدالاول کے تلمیذ عبدالباقی الہروی کا بیان ہے کہ امام صاحب بیمار ہوگئے۔ ایک دن وہ میرے سینے کا سہارا لیے لیٹے ہوئے تھے اور مسلسل اللہ کے ذکر میں مشغول تھے۔ محمد بن قاسم آئے تو انھوں نے کہا:

يا سيدي! قال النبي ﷺ: ((من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة.))

''اے میرے سردار! نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگیا، وہ جنت میں چلا گیا۔''

انھوں نے اپنی آنکھ کھولی اور پڑھا:

﴿ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ o بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ

الْمُكْرَمِيْنَo ﴾ [یٰس : ۲۶،۲۷]

محمد بن قاسم اور سب حاضرین حیران ہوگئے، پھر اُنھوں نے سورۂ یٰس مکمل کی، تین بار اللہ، اللہ، اللہ کہا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔ (سیر أعلام النبلاء: ۲۰ / ۳۰۹)

حافظ ذہبی ﷫ نے ہی ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷫ نے بوقت وفات اپنے اہل خانہ کو مخاطب ہوکر فرمایا: کمرے سے نکل جاؤ۔ اہل خانہ کمرے سے باہر دروازے کے قریب بیٹھ گئے تو اُنھوں نے سنا کہ حضرت عمر ﷫ فرما رہے ہیں:

"مرحبا بهذه الوجوه."

''ان آنے والے چہروں کو مرحبا!''

پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَo﴾

[القصص: ۸۳]

پھر آواز رک گئی۔ افراد خانہ اندر داخل ہوئے تو وہ فوت ہوچکے تھے۔ (سیر أعلام النبلاء: ۵ / ۱۴۲)

امام ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم رازی ﷫ کا شمار کبار محدثین میں ہوتا ہے۔ مرض الموت میں ان کے پاس امام ابوحاتم ﷫، ابن وارۃ اور منذر بن شاذان ﷭ وغیرہ تھے۔ انھوں نے کلمے کی تلقین کرنا چاہی لیکن وہ امام ابوزرعہ ﷫ کی عظمت کی وجہ سے کچھ کہہ نہ سکے۔ بالآخر انھیں ایک ترکیب سوجھی کہ وہ اس حدیث کا ذکر کریں، چنانچہ امام ابن وارۃ ﷫ نے کہا:

"حدثنا أبو عاصم حدثنا عبدالحميد بن جعفر عن صالح."

اس کے بعد وہ خاموش ہوگئے۔ پھر امام ابوحاتم ﷫ نے فرمایا:

"حدثنا بندار حدثنا أبو عاصم عن عبد الحميد بن جعفر عن صالح."

اور وہ بھی خاموش ہوگئے۔ امام ابوزرعہ ﷫ فرمانے لگے:

"حدثنا بندار حدثنا أبو عاصم عن عبد الحميد بن جعفر عن صالح عن كثير بن مرة عن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ((من كان آخر كلامه لا إله إلا الله، دخل الجنة.)) ومات رحمه الله."

(معرفة علوم الحديث، ص: ۷۶)

گویا انھوں نے مکمل حدیث مع سند پڑھی اور جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ﷫ نے مرض الموت میں جو نصیحتیں کیں وہ ''فتوح الغیب'' کے آخر میں قابل مراجعت ہیں۔ انھی میں یہ بھی مذکور ہے کہ آخری وقت میں وہ فرمانے لگے:

''میرے گرد سے ہٹ جاؤ۔ میں ظاہر میں تمھارے ساتھ ہوں لیکن باطن میں دوسروں کے ساتھ ہوں۔ میرے پاس تمھارے سوا اور لوگ حاضر ہیں، ان کے لیے جگہ خالی کردو اور ان کے ساتھ ادب کرو۔ یہاں بڑی رحمت نازل ہے۔ ان کے لیے جگہ تنگ نہ کرو، تم پر سلام ہو اور برکت ہے......الخ'' (فتوح الغیب)

اللہ والوں کے لیے اس نوعیت کے بہت سے واقعات ہیں۔ انسان کو فوت ہوتے وقت احساس ہوجاتا ہے کہ انجام کیا ہونے والا ہے، چنانچہ حضرت براء بن عازب ﷜ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندۂ مومن جب دنیا سے جا رہا ہوتا ہے اور آخرت کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے تو اُس کے پاس آسمان سے فرشتے سورج کی مانند روشن چہروں سے آتے ہیں، جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو لیے ہوئے ہوتے ہیں اور نظر جہاں تک پہنچتی ہے اتنی دور بیٹھ جاتے ہیں۔ تا آنکہ ملک الموت ﷤ آتا ہے اور اس کے سر کے قریب بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے:

"أيتها النفس الطيبة! أخرجي إلى مغفرة من الله ورضوان."

''اے پاکیزہ روح! اللہ کی بخشش اور خوشنودی کی طرف نکلو۔''
تو وہ جسم سے یوں نکلتی ہے جیسے مشکیزے سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے۔
مگر کافر جب دنیا سے جا رہا ہوتا ہے تو آسمان سے سیاہ رنگ کے (ڈراؤنے) چہرے والے فرشتے آتے ہیں اور حد نظر پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت علیہ السلام آتا ہے اور اس کے سر کے قریب بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے:
"أيتها النفس الخبيثة! أخرجي إلى سخط من الله."
''او خبیث روح! اللہ کے عذاب کی طرف نکل۔''
تو روح جسم میں پھیل جاتی ہے۔ ملک الموت اس کی روح کو اس طرح کھینچتا ہے جیسے لوہے کی سیخ سے تر صوف کو کھینچا جاتا ہے۔
(أحمد، أبو داود)
اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:
﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ٥ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ٥﴾
[الأنفال: ٥٠، ٥١]
''اور کاش تو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، وہ ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں) جلنے کا عذاب چکھو۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تمھارے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا اور یقیناً اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔''
لہٰذا انسان کو اس دنیا سے جاتے وقت احساس ہوجاتا ہے کہ وہ کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ بندۂ مومن کو بسا اوقات اس کے نطق واظہار کی توفیق عطا فرما دی جاتی ہے، زبان سے ایمان واسلام پر یقین واعتراف کے کلمات جاری ہوجاتے ہیں۔
اللهم أحينا مسلما وأمتنا مسلما واحشرنا مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين. آمين يا رب العالمين.



استدراک

گزشتہ شمارے (جلد:٦٤، شمارہ:۲۰) کی ''تفسیر سورۂ یٓس'' (ص:۴، کالم:۱، سطر:۲۲ کے بعد) میں درج ذیل پیراگراف کمپوز ہونے سے رہ گیا تھا، احباب نوٹ فرمالیں:
''شہید کے بارے میں ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارے شہید بھائیوں کی ارواح سبز پرندوں کے اجواف میں جنت کے پھل کھاتیں اور جنت کی نہروں سے پانی نوش جان کرتیں ہیں اور سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے وقت گزارتی ہیں۔ وہ یہ عیش وآرام پا کر کہتی ہیں:
"يا ليت لنا إخواننا يعلمون ما صنع الله لنا."
''اے کاش، ہمارے بھائیوں کو معلوم ہوجائے کہ ہمارے اکرام میں اللہ نے کیا کیا ہے۔''
تاکہ وہ جہاد سے گریز نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں فرمایا: تمھاری یہ بات میں انھیں پہنچا دیتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ آلِ عمران کی آیت (١٦٩) نازل فرمائی۔ (مسند احمد، وغیرہ)
یہی بات شہید ہونے کے بعد اس مردِ مومن نے اپنی قوم کے بارے میں کہی:
﴿يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ٥ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ .... إلخ﴾ [یٓس: ٢٦، ٢٧]''

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: إذا قام من فراشه ثم رجع فلينفضه

بستر سے اٹھ کر جائے اور پھر دوبارہ واپس آئے تو اسے جھاڑے

۱۲۵۳ . عن أبي هريرة قال: قال النبي ﷺ: ((إذا أوى أحدكم إلى فراشه فليأخذ داخلة إزاره فلينفض بها فراشه، وليسم الله فإنه لا يعلم ما خلفه بعده على فراشه، فإذا أراد أن يضطجع فليضطجع على شقه الأيمن، فليقل: سبحانك ربي، بك وضعت جنبي، وبك أرفعه، إن أمسكت نفسي فاغفر لها، وإن أرسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين.))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: "جب تم اپنے بستر پرسونے کے لیے آؤ تو اپنی چادر کے ایک پلو سے بستر کو جھاڑو اور بسم اللہ پڑھ لیا کرو کیوں کہ تمھیں کیا معلوم تمھارے جانے کے بعد بستر پر کون سی چیز گری ہو (اللہ اکبر، یہ اس وقت جب چراغ روشنی نہ تھی) جب سونے کا ارادہ کرے تو دائیں پہلو پر لیٹے اور یہ دعا پڑھے: پاک ہے میرا پروردگار تیرے ہی نام کے ساتھ میں نے اپنا پہلو لگایا اور تیرے ہی نام کے ساتھ اس کو اٹھاؤں گا۔ اگر تُو میری روح کو روک لے تو اس کی مغفرت فرما۔ اگر تُو اس کو چھوڑ دے تو اس کی حفاظت فرما جیسے تُو اپنے صالح بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔"

باب: ما يقول إذا استيقظ بالليل

رات کو جاگ جائے تو یہ دعا پڑھے

۱۲۵٤ . عن ربيعة بن كعب قال: كنت أبيت عند باب النبي ﷺ فأعطيه وضوءه، قال فأسمعه الهويّ من الليل يقول: ((سمع الله لمن حمده)) وأسمعه الهويّ من الليل يقول: ((الحمد لله رب العالمين.))

"حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے پاس رات گزارتا تھا، میں آپ ﷺ کے وضو کے لیے پانی پیش کرتا۔ جب آپ ﷺ بیدار ہوتے تو میں اکثر آپ کی زبان سے یہ کلمات سنتا: سمع الله لمن حمده اورالحمد لله رب العالمین۔"

باب: من نام وبيده غمر

رات کو ہاتھ میں چربی گھی وغیرہ کی چکناہٹ لگے ہوئے سو جانا

۱۲۵۵ . عن ابن عباس، عن النبي ﷺ قال: ((من نام وبيده غمر قبل أن يغسله فأصابه شيء فلا يلومن إلا نفسه.))

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: "جوشخص اس حالت میں سوگیا کہ اس کے ہاتھوں میں کوئی چیز چکنائی وغیرہ کی لگی ہوئی تھی اور اس نے اسے دھویا نہیں بلکہ اسی حالت میں سوگیا، پھر اسے کوئی

زہریلی چیز کاٹ لے تو وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔''
١٢٥٦ . عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ قال: ((من بات وبيده غمر فأصابه شيء فلا يلو من إلا نفسه.))
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ''جس شخص نے رات گزاری اس حالت میں کہ اس کے ہاتھ پر کوئی چکنائی لگی ہوئی ہو، پھر اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔''

باب: إطفاء المصباح
چراغ کو بجھانا

١٢٥٧ . عن جابر بن عبد الله، أن رسول الله ﷺ قال: ((أغلقوا الأبواب، وأوكوا السقاء، وأكفئوا الإناء، وخمروا الإناء، وأطفئوا المصباح، فإن الشيطان لا يفتح غلقا، ولا يحل وكاء، ولا يكشف إناء، وإن الفويسقة تضرم على الناس بيتهم.))
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ''دروازے بند کرلیا کرو، مشکیزے کا منہ باندھ دو، برتن اوندھے کر دو، برتن ڈھانپ دو اور چراغ بجھا دو کیوں کہ شیطان بند چیز کو نہیں کھولتا، نہ مشکیزے کا منہ کھولتا ہے، نہ برتن سے پردہ ہٹاتا ہے، بے شک چوہے وغیرہ گھروں کو جلا دیا کرتے ہیں۔''
١٢٥٨ . عن ابن عباس قال: جاءت فأرة فأخذت تجر الفتيلة، فذهبت الجارية تزجرها، فقال النبي ﷺ: ((دعيها)) فجاءت بها فألقتها على الخمرة التي كان قاعدا عليها، فاحترق منها مثل موضع درهم، فقال رسول الله ﷺ: ((إذا نمتم فأطفئوا سرجكم، فإن الشيطان يدل مثل هذا فتحرقكم.))
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ چوہا آیا، چراغ کی بتی کو لے کر جانے لگا۔ ایک لڑکی اس کو چھڑانے کے لیے دوڑی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو جانے دو۔'' وہ چوہا اس بتی کو لے آیا اور چٹائی پر ڈال دیا جس پر آپ ﷺ تشریف فرما تھے۔ اس چٹائی میں سے ایک درہم کے برابر جگہ جل گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم سونے لگو تو اپنے چراغ بجھا دیا کرو۔ شیطان چوہے کو اس طرح کی باتیں سجھا دیتا ہے جس سے تمھاری چیزیں جل جاتی ہیں اور تم کو جلا دیتا ہے۔''
١٢٥٩ . عن أبي سعيد قال: استيقظ النبي ﷺ ذات ليلة، فإذا فأرة قد أخذت الفتيلة، فصعدت بها إلى السقف لتحرق عليهم البيت، فلعنها النبي ﷺ وأحل قتلها للمحرم.
''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک رات رسول اللہ ﷺ جاگے اچانک دیکھا تو چوہے نے چراغ کی بتی پکڑی اور چھت کی طرف چڑھنے لگا تا کہ گھر کو جلا دے جس سے وہ لوگ بھی جل جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس چوہے پر لعنت فرمائی اور احرام باندھنے والے کے لیے اس کا قتل حلال قرار دے دیا۔''

باب: لا تترك النار في البيت حين ينامون
سوتے وقت گھر میں جلتی ہوئی آگ کھلی نہ چھوڑو

١٢٦٠ . عن سالم، عن أبيه، عن النبي ﷺ قال: ((لا تتركوا النار في بيوتكم حين تنامون.))
حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ''سونے لگو تو آگ گھر میں کھلی نہ چھوڑو (اس کو بجھا دو۔)''

(۱۴)

جــرعــات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

آج کل ہر اسکول، این۔ جی۔ او یا مدرسہ پر طلب العلم فریضة علی کل مسلم جو لکھا ہوتا ہے صحیح بات یہ ہے کہ اس فرضیت سے مراد اس قدر دینی علم ہے جس سے ہر مسلمان اللہ تعالیٰ یعنی خالق کے حقوق وفرائض (اوامر ونواہی، حلال وحرام) اور مخلوق یعنی اس کے بندوں (والدین، اساتذہ، اولاد، بہن بھائیوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں، مسلمانوں اور انسانوں) کے حقوق کا علم حاصل کرے اور یہی علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔ آج شائع ہونے والے اداریے میں مولانا نے اس غیر دینی سوچ اور فکر پر کرب کا اظہار کیا ہے جو علم برائے معاش کی صورت میں معاشرے کے رگ وریشے میں سرایت کر چکا ہے۔ اس کا اگر دلچسپ تجربہ کرنا چاہیں تو دیکھیے ایم اے عربی شخص عربی کی چند سطریں لکھنا تو کجا پڑھ بھی نہیں سکتا، یہی حال اسلامیات اور دیگر موضوعات کا ہے۔ یہ زہر جب سے دھیرے دھیرے دینی اور عربی مدارس میں پہنچا ہے تو اب بعض فاضلین درس نظامی عربی بولنا لکھنا تو دور کی بات ہے کسی عربی عبارت کا ترجمہ بھی انھیں کرنا پڑ جائے تو وہ وخت (مشکل) میں پڑ جاتے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ سارا علم برائے معاش اور حصولِ اسناد ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے مولانا کا ۵۵ سال پہلے کا اداریہ موجودہ حالات پر کس طرح منطبق آتا ہے۔ (احمد شاکر)

(۱۶)

ہمارے اس ملک پاکستان میں معاشرے کا بگاڑ جس تیزی سے ترقی کر رہا ہے اس سے ہر حساس مسلمان پریشان ہے، مگر اس مرض کے علاج کی طرف نہ تو پوری توجہ دی جا رہی ہے اور نہ اس کے لیے کوئی مؤثر عملی اقدام کیا جا رہا ہے۔

بلاشبہ اس کا علاج صرف قرآنِ حکیم اور حدیث پاک کی تعلیم کے عام کر دینے میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علوم ومعارف کا گنجینہ یہی ہیں۔ انھی کے رائج ونافذ رہنے سے ہم تک صحیح اسلام پہنچا ہے۔ انھی کے تعلیم وتعلّم پر بنیاد تھی ہمارے اس مبارک دور...... خلافت راشدہ کے دور...... جسے بجا طور پر عہد زرّیں قرار دیا جاتا ہے۔ اور پھر یہ جو اخلاق فاضلہ کا تھوڑا بہت حصہ یا ان کا احساس نظر آ رہا ہے وہ ماضی قریب میں علمائے کرام کی ایسی ہی مساعی اور ایثار وقربانیوں کی بدولت ہے جو اِن بندگانِ حق نے درس وتدریس، علوم قرآن وحدیث وفقہ اسلامی کو فروغ دینے کے لیے فرمائیں اور ہر طرح کے نامساعد حالات کے باوجود اِن کو اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ ورنہ سرسیّد احمد خاں علی گڑھی اور اس کے فرقے کے ذریعے انگریز نے جس تعلیمی نظام کو اس برصغیر میں رائج کیا تھا اس نے ''فطرت''، ''نیچر''، ''تحفظ حقوق''، ''حقوقِ نسواں'' اور ''ترقی'' وغیرہ فریب نظر عنوانوں سے محمدی اسلام کو یہاں سے رخصت کرنے میں کیا کیا جتن نہیں کیے۔

یہ بات اب کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ جس چیز کو ''تعلیم جدید'' کہا جاتا ہے اس کا مطمع نظر پیٹ کی ضرورت کو ہر صورت مقدم رکھنا، معاشی مشکلات کو حل کرنا، اور صرف مادی ترقی کا حصول ہوتا ہے۔ اس کی ساری مشینری اسی محور کے گرد گھومتی ہے۔ ہائی اسکولوں، کالجوں، دفتروں، عدالتوں میں یہی فضا ہے۔ اس کے طلباء، مدرسین اور اساتذہ میں اسی قسم کے چرچے رہتے ہیں۔

اور مستثنیات سے معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ اس کھیپ کی بہت بڑی اکثریت تنخواہ، ترقی، گریڈ، سروس، امتحانات، ڈگریوں اور عہدوں کے چکر میں پھنسی رہتی ہے اور بس دھن دولت کی ہوتی ہے۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

غلط فہمی نہ ہو، جہاں تک ''تعلیم جدید'' کے یکے از اسبابِ معیشت ہونے کا تعلق ہے، دوسری صنعتوں کی طرح اس سے انکار نہیں۔ لیکن

کیا اسے ''علم'' کا مقدس نام بھی دیا جاسکتا ہے۔ یہی محلِ نظر ہے ہمارے نزدیک۔ اور جو کچھ بھی ہو، یہ وہ علم ہرگز نہیں جو ایک مسلم کا طرۂ امتیاز اور اسلام کی نمایاں خصوصیت ہے۔

آپ تک انبیاء کی تہذیب، صلحاء کے اخلاق، خدا ترس اور رعایا پرور سلاطین کی تاریخ، اور دورِ اوّل کی قانونی دستاویزوں کو پہنچانے والے اور اسلامی علوم کے حامل ''مُلّا'' کو ملاحیاں سنا کر حقائق نہیں بدلے جاسکتے۔ خدارا بتایا جائے کہ گزشتہ پون صدی کی ''جدید تعلیم'' سے بحیثیت مجموعی اسلام کو کیا فائدہ پہنچا؟ اخلاق میں کیا رفعت پیدا ہوئی؟ برصغیر میں مسلمانوں کی تکالیف کم ہوئیں یا زیادہ؟ مسلمانوں کو تفرقہ بازی کے جہنم میں کس نے جھونک رکھا ہے؟ اس نوزائیدہ ملک کو طوائف الملوکی میں مبتلا کرنے والے کون لوگ ہیں؟ اگر یہ صحیح ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو ''کلرک بنانے والی'' اس ''جدید تعلیم'' کے نتائج سب کے سامنے ہیں۔ ہوسِ اقتدار کی حکمرانی، دولت کی بھوک کی فراوانی، مادی ترقی میں مسابقت، امور اخرویہ کی مخالفت، ذلك مبلغهم من العلم

بخلاف اس کے قرآن وحدیث کے تعلیم وتعلّم کی اوّلین غرض حق تعالیٰ کی مغفرت کا حصول، اس کی عبادات کے طریقوں کا علم، اس کی رضا وعدم رضا کے اسباب سے واقفیت، انبیاء وصلحاء کے طرز زندگی کی پہچان، ملکاتِ فاضلہ میں رسوخ پیدا کرنا، مسئلہ جزا وسزا اور اخروی فلاح وبہبود کو اپنے اعمال میں اوّلین اہمیت دینا اور حقوق العباد کی نگہداشت ہوتی ہے۔ پھر علوم اسلامیہ کی نگہداشت کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق تک پہنچانا، اسلام کے داخلی فتنوں اور خارجی حملوں کی مدافعت اسلامی نظام تعلیم کے بنیادی مقتضیات سے ہے۔

انھی امور پر مشتمل علم کو قرآنِ مجید نے ''فقاہت فی الدین'' قرار دیا ہے اور ہر علاقے، خاندان، شہر اور گاؤں کے مسلمانوں پر بحیثیت مجموعی فرض گردانا ہے کہ ان میں ایک جماعت اس کے لیے وقف رہے:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ [الأنفال: ۱۲۲]

اس آیت کریمہ کا تقاضا یہ ہے کہ پاکستان کے ہر گاؤں، ہر شہر، ہر شہر کے ہر محلے، ہر بڑے خاندان، کاروبار کے ہر طبقے پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث کے سیکھنے سکھانے کا اہتمام کریں۔ زیادہ نہیں صرف ۲۵ سال ہی حق تعالیٰ کے فرمودہ اس اصلاحی پروگرام پر یک سوئی سے عمل پیرا ہو کر دیکھیں کہ کس طرح معاشرہ اصلاح پذیر ہوتا ہے۔

مگر افسوس ہوتا ہے کہ زمانے سے مطابقت اور دنیا طلبی میں مسابقت کا جذبہ اس قدر غالب ہے کہ ہم نے اس سلسلے میں صحیح طریقے سے سوچنا ہی ترک کر رکھا ہے۔ ملک کا کھاتا پیتا اور ذہین طبقہ جذبات نفس کی تسکین کے لیے اسی رو میں بہہ رہا ہے، جس کا مزہ وہ چکھ رہا ہے۔ وہ ''جدید تعلیم'' ہی کی طرف لپکتے اور اسی پر اپنی توانائیاں صرف کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور سرمایہ داری وجاگیرداری کے نشے میں اس پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں فرماتے۔

آزمودہ را آزمودن جہل است

دعا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ صحیح طور پر سوچیں، پھر اس کے لیے ایمان، اذعان اور استقلال سے مسلسل کام کریں۔

ويرحم الله عبدا قال: آمین!

ماہِ رمضان المبارک ختم ہو کر شوال کا مہینا شروع ہو رہا ہے۔ اس ماہ سے مدارسِ عربیہ کا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے۔ انقلاب احوال اور غلط اثرات کی وجہ سے عربی تعلیم بھی ویسی تو نہیں رہی، تاہم عربی مدارس اکثر جگہ موجود ہیں اور بحمد اللہ اپنی اپنی جگہ مقدور بھر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ہمارے قارئین کو معلوم ہے کہ جماعت اہل حدیث کے تبلیغی منصوبوں میں ایک بڑا منصوبہ ایک مرکزی درس گاہ الجامعۃ السّلفیہ کا قیام ہے۔ الحمد للہ اس نے اپنی عمر کے دو سال پورے کر لیے ہیں اور یہ امر موجب صد مسرت ہے کہ اس سال وہ اپنی عمارت میں منتقل ہو رہا ہے۔

الجامعۃ السّلفیہ کے نصابِ تعلیم کی سب سے بڑی خوبی اس کی جامعیت ہے۔ اس میں نہایت مناسب طریقے سے جدید ضروریات کے مطابق مضامین کو درس نظامی میں سمو دیا گیا ہے۔ شوال میں داخلہ شروع ہے۔ ہر مکتب خیال کے طلباء کے لیے الجامعۃ السّلفیہ کے دروازے کھلے ہیں۔

مقامِ رسالت ﷺ

سنت کا مفہوم اور اہمیت و حجیت

محمد خالد سیف، اسلام آباد

سنت کے لغوی معنی سیرت اور طریقے کے ہیں، خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا۔ البتہ اہل علم کے اغراض ومقاصد کے اختلاف کے باعث ان کے ہاں سنت کا مفہوم بھی مختلف ہے، مثلاً: علمائے اصول ادلہ شرعیہ کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں، جب کہ علمائے حدیث کا مطلوب ومقصود ہر اُس چیز سے شغف ہے جو امام کائنات، فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے نسبت رکھتی ہو، اور علمائے فقہ کا منتہائے مقصود احکام شرعیہ (فرض، مستحب، حرام اور مکروہ وغیرہ) کے بارے میں گفتگو کرنا ہوتا ہے۔

اہل علم کے انھی مختلف اغراض ومقاصد کے باعث ان کے ہاں سنت کا اصطلاحی مفہوم بھی مختلف ہے۔ علمائے اصول کے ہاں سنت کا اطلاق ہر اُس قول، فعل یا تقریر پر کیا جاتا ہے جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہو۔

اکثر علمائے شافعیہ اور جمہور علمائے اصول فقہی مفہوم کی نسبت سے مندوب، مستحب اور نفل وغیرہ پر سنت کا اطلاق کرتے اور کہتے ہیں کہ سنت سے مراد وہ فعل ہے جس کو کرنے پر انسان کو ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر گناہ نہیں ہوتا۔

علمائے حدیث کے نزدیک سنت کا اطلاق آنحضرت ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات، خَلْقِیْ اور خُلُقِیْ صفات، جہاد وغزوات حتی کہ بعثت سے قبل کے تمام حالات وواقعات پر ہوتا ہے اس معنی ومفہوم کے اعتبار سے سنت کا لفظ حدیث کے مترادف ہے، اور اس وقت ہمارے پیش نظر سنت کا یہی معنی ومفہوم ہے۔

اپنے اس مفہوم کے اعتبار سے کتاب اللہ کے بعد دین کا دوسرا بڑا مصدر وماخذ سنت ہے۔ یہ دین میں حجت ہے، اس کی اتباع واجب اور اس کی مخالفت حرام ہے۔

اللہ ربّ ذوالجلال والاکرام نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر جیسے قرآنِ مجید کو نازل فرمایا، اس کی مثال، یعنی سنت کو بھی اس کے ساتھ نازل فرمایا، لہٰذا سنت بھی دین کے اصولوں میں سے ایک اہم اصول اور دین کے ارکان میں سے ایک عظیم الشان رکن ہے، اسی لیے ہم نے یہ کہا ہے کہ اس کی اتباع واجب اور اس کی مخالفت حرام ہے، جیسا کہ قرآنِ مجید کی بے شمار آیات میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے۔ چند ایک حسب ذیل ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

① ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

[آل عمران: ۳۱]

”آپ کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ نے اس بات کا فیصلہ کردیا ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ تو کرے لیکن وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر نہ ہو، وہ اپنے اس دعوائے حبِ الٰہی میں اس وقت تک جھوٹا ہے جب تک وہ اپنے تمام اقوال وافعال اور احوال میں شریعت محمدی اور دین نبوی کی پیروی نہ کرے، جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا:

((من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد.))

(مسلم)

''جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے بارے میں ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ [آل عمران: ٣١]

''(اے پیغمبر ﷺ! لوگوں سے) کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔''

یعنی تمھیں تمھاری طلب سے بھی بڑھ کر اللہ کی محبت حاصل ہوگی اور وہ یہ کہ بجائے اس کے کہ تم اللہ سے محبت رکھو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت رکھے گا۔ اور یہ مقام پہلے سے بڑھ کر ہے۔

یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کی مخالفت کفر ہے۔ اور جو شخص آپ کے طریقے کی مخالفت کرتا ہو، اللہ تعالیٰ اسے دوست نہیں رکھتا، خواہ بزعم خود وہ حبِ الٰہی اور تقرب الٰہی کے لیے بلند بانگ دعوے کیوں نہ کرے۔ وہ اپنے اس دعوے میں صرف اور صرف اسی وقت سچا ہوگا جب وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے۔ آپ ﷺ کے زمانے میں اگر سابقہ انبیاء اور مرسلین حتی کہ اولوا العزم پیغمبر بھی ہوں تو ان سب کے لیے بس آپ ﷺ کی اتباع کے بغیر چارۂ کار نہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر، اردو: ١/ ٦٠٧، ٦٠٨ مطبوعہ دار السلام)

② ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ [النساء: ٦٥]

''(اے نبی ﷺ!) آپ کے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر اُن کے دلوں میں کوئی تنگی نہ آنے پائے اور وہ اسے دل وجان سے مان لیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی پاک اور مقدس ذات گرامی کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ اس وقت تک کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کو منصف تسلیم نہ کرے، پھر آپ جو فیصلہ فرما دیں وہی حق ہے اور باطنی وظاہری طور پر اُسے تسلیم کرنا واجب ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت عروہ کی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا ایک شخص سے حرہ کی ندی کے پانی کے بارے میں جھگڑا ہوا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''زبیر! تم (اپنی کھیتی کو) پانی دے لیا کرو، پھر پانی اپنے پڑوسی کی طرف روانہ کردیا کرو۔''

انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے یہ فیصلہ اس لیے فرمایا ہے کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ اقدس کا رنگ متغیر ہوگیا اور آپ ﷺ نے فرمایا:

''زبیر! اپنی کھیتی کو پانی دو، پھر پانی کو روک لو حتی کہ منڈیروں (پشتوں) تک آ جائے، پھر اپنے پڑوسی کے لیے پانی چھوڑ دو۔''

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیت کریمہ اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔ (بخاری ومسلم)

③ ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ [النساء: ٨٠]

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے آپ کو اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اس لیے کہ آپ ﷺ خواہش نفس سے بات نہیں کرتے بلکہ آپ جو کچھ بھی فرماتے ہیں، وحی الٰہی پر مبنی ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مـن أطاعني فقد أطاع الله ومن عصاني فقد عصى الله.)) (بخاری، مسلم)

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

((من يطع الله ورسوله فقد رشد، ومن يعص الله ورسوله فإنه لا يضر إلا نفسه.))

(مسلم، سنن أبي داود)

''جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو اس نے اپنی درستی کا سامان مہیا کرلیا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔''

④ ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [النور: ٦٣]

''جو لوگ اس (اللہ اور اس کے رسول) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس (بات) سے ڈریں کہ انھیں کوئی آزمائش آ پڑے یا انھیں دردناک عذاب آ لے۔''

رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مراد آپ کا رستہ، منہاج، طریقہ، سنت اور شریعت ہے۔ اقوال واعمال کے پرکھنے اور جانچنے کے لیے آپ ﷺ کے ارشادات واعمال کسوٹی ہیں۔ جو اقوال واعمال آپ ﷺ کی سنت کے مطابق ہوں گے وہ مقبول اور جو خلاف ہوں گے وہ مردود ہیں، خواہ ان کے کہنے والا یا کرنے والا کوئی بھی ہو۔

⑤ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾

[الأحزاب: ٢١]

''البتہ تحقیق تمھارے لیے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے، ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملاقات) اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے۔''

یہ آیت کریمہ بھی اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اپنے اقوال، افعال، احوال اور ہر اعتبار سے اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی بھی ہستی یا شخصیت کی زندگی ہر اعتبار سے ہر شخص کے لیے کامل اسوہ اور نمونہ نہیں ہے۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنے والوں کے لیے آخرت میں دردناک عذاب تو ہے ہی، وہ دنیا میں بھی کسی فتنے میں مبتلا ہو سکتے ہیں، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

((لتسـون صـفـوفـكـم أو لـيـخـالـفـن الـلـه بين وجوهكم.))

''تم اپنی صفوں کو ضرور سیدھا رکھو یا پھر اللہ تمھارے چہروں میں اختلاف ڈال دیں گے۔''

یعنی تمھارے دلوں میں عداوت، دشمنی اور کینہ پیدا فرما دیں گے۔

((أمـا يـخشى أحدكم أو لا تخشى أحدكم إذا رفع رأسه قبل الإمام أن يجعل الله رأسه رأس حمار؟ أو يجعل الله صورته صورة حمار؟))

(بخاري، مسلم)

''تم میں سے جو شخص امام سے پہلے اپنے سر کو اٹھاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا نہیں کہ وہ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے؟ یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت بنا دے؟''

یہ اللہ تعالیٰ کا حلم، رحمت اور مہربانی ہے کہ وہ معاف فرما دے، ورنہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنے حبیب ﷺ کی سنت کی مخالفت کرنے والے کو آزمائش اور فتنے میں مبتلا کر کے لوگوں کے لیے نمونۂ عبرت بنا دے۔

حضرت سلمہ بن عمرو بن اکوع رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ'' اس نے کہا: میں نہیں کھا سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کرے تُو نہ کھا سکے۔'' اس نے از راہ تکبر ایسا کہا تھا لیکن اس کے بعد وہ کبھی بھی اپنے ہاتھ کو اپنے منہ تک اٹھا ہی نہ سکا۔ (مسلم)

یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کی پاداش میں اس بدنصیب کے ہاتھ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شل کر دیا تھا، پھر آنحضرت ﷺ کے ارشادات اور معمولات کے ہوتے ہوئے کسی اور کی اتباع اور تقلید کیسے کی جا سکتی ہے؟

⑥ ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ [الاحزاب: ۳۶]

''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے اپنے معاملے میں کوئی اختیار (باقی) رہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ یقیناً کھلم کھلا گمراہ ہوگیا۔''

یعنی جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کسی چیز کا حکم دے دیں تو پھر کسی کو اس کی مخالفت کا حق حاصل نہیں ہے، پھر کسی کا کوئی اختیار نہیں ہے اور پھر کسی کی رائے یا قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

⑦ ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر: ۷]

''اور جو چیز تم کو پیغمبر دیں تو وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں تو تم اس سے باز رہو۔''

یعنی رسول اللہ ﷺ تمھیں جو بھی حکم دیں اسے بجا لاؤ اور جس چیز سے بھی منع فرمائیں اس سے اجتناب کرو کیوں کہ آپ ﷺ کا ہر امر و نہی وحی الٰہی اور منشائے خداوندی کے عین مطابق ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت فرمائے جو گودنے والی، گودوانے والی، ابرو کے بالوں کو باریک کرنے والی، حسن کے لیے دانتوں میں فرق کرنے والی اور اللہ عزوجل کی تخلیق کو بدلنے والی ہوں۔ (بنواسد کی) امّ یعقوب نامی ایک عورت کو اپنے گھر میں جب یہ بات پہنچی تو اُس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی اور ایسی بات کی ہے۔ انھوں نے جواب دیا: میں اس پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہو اور پھر اس کا ذکر کتاب اللہ میں بھی ہو؟ اس نے کہا: میں نے سارا قرآن پڑھا ہے مگر میں نے اسے قرآنِ مجید میں کہیں نہیں پایا۔ انھوں نے فرمایا: اگر تُو نے قرآن پڑھا ہوتا تو تُو اسے ضرور پاتی، کیا تُو نے یہ نہیں پڑھا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر: ۷]

''اور جو چیز تم کو پیغمبر دیں تو وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں تو تم اس سے باز رہو۔''

اس نے جواب دیا: ہاں، اس آیت کو میں پڑھا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری، مسلم، مسند احمد)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت رسول ﷺ کو حجیت کے اعتبار سے قرآنِ کریم کے مثل سمجھتے تھے۔ بلاشبہ قرآن وسنت ہی دین کا اوّلین مصدر وماخذ، بنیاد واَساس ہیں اور حجیت واہمیت میں یکساں ہیں، لہٰذا تمام مسلمانوں کے لیے کتاب وسنت ہی کی اطاعت واتباع واجب ہے۔ کتاب وسنت کے مقابلے

میں کسی بھی امام وفقیہ کے قول کی کوئی حیثیت نہیں۔ کتاب وسنت کے خلاف قول وفعل، خواہ کسی کا بھی ہو، ردّ کردیا جائے گا، جب کہ کسی کے قول وفعل کی وجہ سے کتاب وسنت کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے اس بات کو کتنے خوب صورت پیرایہ میں بیان فرمایا ہے:

''اصل مرکز حق ویقین کتاب وسنت ہے۔ یہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا۔ سب کو اِس کی خاطر اپنی جگہ سے ہل جانا پڑے گا۔ اس چوکھٹ کو کسی کی خاطر نہیں چھوڑا جاسکتا، سب کی چوکھٹیں اس کی خاطر چھوڑ دینا پڑیں گی:

((لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجعمين .))

جب نصِ رسول کے مقابلے میں کسی دوسرے انسان کی پاسداری کی تو رسول ''احب'' کب باقی رہا؟

ارباب افراط وغلو کی ساری غلطی یہ ہے کہ وہ اپنے غیر معصوم پیشواؤں کے اقوال واحوال کو بہ منزلہ اصل مرکز بنا لیتے ہیں جس کو کسی حال میں اس کی جگہ سے نہیں ہلایا جاسکتا۔ اور پھر چاہتے ہیں کہ وحی الٰہی وصاحبِ وحی کی نص کو اُس کی جگہ سے ہٹا کر اپنے خود ساختہ مرکز تک لے جائیں اور نہ جاسکے تو زبردستی کھینچ کر لے جائیں، اس پر ستم یہ کہ اس طریق کو طریق توفیق وتطبیق کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، اگر یہ تطبیق ہے تو والذي نفسي بيده پھر دنیا میں تحریف کا معبود باقی نہ رہا اور نہ کبھی اہل کتاب نے اس دنیا میں تحریف کی۔'' (تذکرہ)

عوام کو تو چھوڑیئے کہ وہ کالانعام ہیں، ہمارے علماء وفقہائے مقلدین کی صورت حال وہ ہے جس کا شکوہ کرتے ہوئے سلطان العلماء عزبن عبدالسلام رحمہ اللہ نے بجا طور پر فرمایا ہے:

''یہ انتہائی تعجب انگیز بات ہے کہ فقہائے مقلدین کو اپنے امام کے ماخذ کے ضعف کا بھی علم ہوتا ہے اور اس کے مداوا کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود وہ اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں اور اپنے امام کی تقلید اور مذہبی جمود کے باعث انھیں کتاب وسنت اور صحیح قیاس کو ترک کردینے میں کوئی حجاب نہیں ہوتا بلکہ کتاب وسنت کے واضح نصوص کو ترک کردینے اور اپنے امام کی طرف سے دفاع کرنے کے لیے عجیب وغریب بعید از قیاس تاویلوں سے کام لیتے ہیں۔'' (قواعد الأحكام)

اس فرقہ پرستی اور گروہ بندی کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے لوگ کتاب وسنت کی ہدایت اور روشنی سے محروم ہوگئے۔ اجتہاد کے دروازے کو بند قرار دے دیا گیا۔ شرعت کو اقوالِ فقہاء اور اقوالِ فقہاء کو دین وشریعت سمجھا جانے لگا۔ کتاب اللہ کی آیات کو منسوخ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاتحقیق مؤول قرار دیا جانے لگا۔ اگر اس سے بھی بات نہ بنی تو طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے آیات واحادیث کو مسترد قرار دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہ سمجھا گیا۔

إنا لله وإنا إليه راجعون، والله المستعان وعليه التكلان .

سیرت وسوانح

قسط نمبر ①

استاذ الاساتذہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن بن یاسین ازہری

حیات وخدمات

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالجبار الفریوائی (استاذ حديث جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، رياض)

بروز جمعہ ۳۰ را کتوبر ۲۰۰۹ء بعد نماز فجر برصغیر پاک وہند بلکہ عالمِ اسلام کی ایک معروف علمی اور دعوتی شخصیت ہم سب کو داغ مفارقت دے گئی۔ میری مراد استاذ الاساتذہ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن بن محمد یاسین الازہری سے ہے جو ایک ہفتہ پہلے اچانک بیماری کی بنا پر بذریعہ ہوائی جہاز دہلی کے بترا اسپتال میں داخل کیے گئے۔ بنارس کے ڈاکٹروں کی تحقیق میں یہ شبہ قوی تھا کہ مرحوم کو کینسر کی بیماری کا سامنا ہے۔ یہ شبہ دہلی میں حقیقت بن گیا۔ چند دنوں کے مختلف ٹیسٹ کے دوران بیماری کے جسم پر مؤثر ہونے اور نقاہت اور زیادتی مرض اور بدن میں خون کی کمی اور کمزوری سے یہ تشویش کافی بڑھ گئی کہ اب مرض اپنے لاعلاج دور میں داخل ہو چکا ہے۔ انتظار تھا کہ جمعہ کو آخری رپورٹ آئے گی لیکن جمعرات کی صبح عزیزم ڈاکٹر فوزان بن مقتدیٰ حسن نے اطلاع دی کہ ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ اب چونکہ مرض لاعلاج ہے اور مریض طبی اعتبار سے زندگی کے آخری مراحل میں ہے، اس لیے بہتر ہے کہ ان کو اپنے وطن لے جایا جائے۔ فوراً مئو لے جانے کی تیاری ہوئی اور ایمبولینس کے ذریعے ڈاکٹر فوزان اور مرحوم کے داماد ڈاکٹر سراج اور بھائی ڈاکٹر ازہر کی معیت میں انھیں مئو کے لیے روانہ کیا گیا۔ رات ساڑھے بارہ بجے جب میں سونے کے لیے بستر پر گیا تو نیند اچٹ چکی تھی اور زبان پر ازہری صاحب کی صحت وعافیت کی دعا جاری تھی۔ اسی حالت میں آنکھ لگی تو خواب دیکھتا ہوں کہ میں فوزان کو ٹیلی فون کر رہا ہوں اور وہ اٹھا نہیں رہے۔ اچانک صبح کے ۳ بج کر ۱۴ منٹ پر موبائل کی گھنٹی پر جب فوزان کا نام دیکھا تو کئی گھنٹے کی بے چینی اور اضطراب کی تفسیر سننے کے لیے دل کو مضبوط کیا۔ ٹیلیفون پر دبی آواز میں فوزان نے کہا کہ ابا کانپور میں انتقال کر گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موت کی خبر سے ملک اور ملک سے باہر دینی اور تعلیمی حلقوں میں ایک ہل چل سی مچ گئی۔ بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ لاعلاج بیماری کی خبر چند افراد تک محدود تھی۔ میں نے موبائل کے ذریعے بہت سارے لوگوں کو اِس اندوہ ناک حادثہ فاجعہ کی خبر دے دی، تعزیتی پیغامات کے ٹیلیفون کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔ انٹرنیٹ کھول کر دیکھا تو کئی جگہ موت کی خبر بھی شائع ملی۔ سنیچر اور اتوار کے روزنامہ اردو نیوز (جدہ) میں موت کی خبر جلی سرخیوں میں آ گئی۔

اردو ریڈیو جدہ کے نیوز ریڈر محترم ڈاکٹر سعید عابدی اور ڈاکٹر لئیق اللہ خاں وغیرہ سے ڈاکٹر صاحب کے قدیم زمانے سے گہرے روابط تھے۔ لئیق اللہ خاں نے اردو نیوز کے لیے اور محترم احمد شاکر (لاہور) نے الاعتصام اور پاکستان کے دوسرے جرائد کے لیے ڈاکٹر صاحب کے سلسلے کی معلومات مانگیں، نیز عرب شیوخ واحباب نے مطالبہ کیا کہ مرحوم کے احوال زندگی پر مضمون لکھوں۔ کئی روز کے بعد جمع خاطر کر کے ڈاکٹر صاحب کی زندگی پر مضمون قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ یقیناً ان کے بے شمار شاگرد اور محبین ان کے بارے میں لکھیں گے اور اس طرح سے آپ کی زندگی کے روشن پہلوؤں سے لوگ آگاہ ہوں گے۔

نشو ونما اور تعلیم:

اتنی ساری باتیں قارئین کرام نے ازہری صاحب کے بارے میں پڑھ لیں لیکن آگے بڑھنے سے پہلے یہاں میں آپ کی تعلیم

وتربیت سے متعلق بنیادی معلومات دینا چاہتا ہوں۔

آپ کی پیدائش قصبہ مئو ناتھ بھنجن کے محلّہ ڈومن پورہ میں ۸/ستمبر ۱۹۳۹ء کو ہوئی۔ مئو ناتھ بھنجن بحیثیت ایک اہل حدیث مرکز کے اور بحیثیت ایک بڑے دینی اور تعلیمی مرکز کے جماعت اہل حدیث کی تاریخ میں ایک ممتاز مقام رکھتا ہے۔ اسی قصبے میں ان کی پرورش ہوئی۔ان کا گھرانہ دین دار گھرانوں میں سے تھا۔ان کے نانا مولانا محمد نعمان سیّد نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔ جامعہ دارالسلام عمر آباد میں اعظمی علماء میں سے مولانا عبدالسبحان اعظمی آپ ؒ کے ماموں ہیں یا ماموں زاد بھائی ہیں۔ ان کے ایک ماموں مولانا فضل الرحمٰن جامعہ رحمانیہ بنارس میں مدرس تھے، بعد میں مدرسہ عالیہ مئو میں پڑھاتے رہے۔ اسی طرح سے دوسرے ماموں مفتی مولانا عبدالعزیز مئوی دارالحدیث میں استاذ ومفتی تھے۔

آپ نے حفظ قرآن مجید اورابتدائی سے لے کر عالمیت وفضیلت تک کی پوری تعلیم اپنے شہر مئو کے نام وَر اداروں جامعہ عالیہ، جامعہ اسلامیہ فیض عام اور دارالحدیث میں وہاں کے اساطین علماء اور مشاہیر مدرسین سے حاصل کی۔ الہ آباد عربی فارسی بورڈ کے عالم وفاضل کے امتحانات بھی پاس کیے، فراغت کے بعد جامعۃ الازہر (قاہرہ،مصر) گئے اور وہاں سے کلیہ اُصول الدین سے ایم۔اے کی ڈگری لی، اس لیے ''ازہری'' کی نسبت سے مشہور عوام وخواص ہوئے جس کی تفصیل یہ ہے:

دارالعلوم مئو کی مرزا ہادی پورہ شاخ میں ۱۹۵۳ء میں حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ جامعہ عالیہ عربیہ میں ۱۹۵۹ء تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد فراغت دارالحدیث جامعہ اثریہ سے ہوئی۔فیض عام میں بھی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۹ء میں الہ آباد بورڈ سے مولوی کا امتحان دیا، ۱۹۶۰ء میں عالم کا اور۱۹۶۲ء فاضل دینیات کا۔ ۱۹۶۶ء میں کلیہ اصول الدین (جامعہ ازہر) سے ایم۔اے کی ڈگری لی اور ۱۹۷۱ء میں علی گڑھ سے ایم فل کیا۔ ۱۹۷۵ء میں عربی ادب میں علی گڑھ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اورعلی گڑھ کی ڈگریوں کے لیے ہائی اسکول ۱۹۷۱ء اور انٹرمیڈیٹ ۱۹۷۳ء ونلی انگلش کے امتحانات علی گڑھ ہی سے دیے۔ جامعہ ازہر جانے سے پہلے دو سال تک فیض عام مئو میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

ازہری صاحب نے مذکورہ بالا مئو کے تین بڑے اہل حدیث اداروں میں تعلیم حاصل کی،بعض اساتذہ کے نام یہ ہیں:

۱: مولانا شمس الحق بہاری ؒ (جامعہ اسلامیہ فیض عام، بعد میں آپ نے ایک مدت تک جامعہ سلفیہ میں تدریسی فرائض انجام دیے۔

۲: مولانا عبدالمعید بنارسی ؒ (جامعہ اسلامیہ فیض عام، بعد میں آپ نے ایک مدت تک جامعہ سلفیہ میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔

۳: مولانا عبدالرحمٰن نحوی رحمانی ؒ (جامعہ اسلامیہ فیض عام،مئو۔)

۴: مفتی حبیب الرحمٰن اعظمی ؒ (جامعہ اسلامیہ فیض عام،مئو۔)

۵: مولانا عبداللہ شائق ؒ (جامعہ اثریہ دارالحدیث،مئو۔)

۶: مولانا عبدالرحمٰن بن عبیداللہ مبارک پوری حفظہ اللہ (آپ نے جامعہ اسلامیہ فیض عام میں چار سال تک تدریسی فرائض انجام دیے۔ ۱۹۶۲ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے، آپ سے ازہری صاحب نے متن القدوری فی الفقہ الحنفی اور المجتنی لابن درید پڑھی۔)

ازہری علماء میں سے یہ حضرات ہیں: علی عبدالواحد الوافی،محقق مقدمہ ابن خلدون۔ شیخ محمد الغزالی،مشہور اخوانی داعی اور مصنف۔ شوقی ضیف،مؤلف تاریخ الادب العربی۔انور الجندی،مشہور مؤلف۔

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں آمد:

جماعت اہل حدیث کے مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس کا قیام ۱۹۶۳ء میں ہوا۔ ۱۹۶۶ء میں تعلیم شروع ہوئی۔مختلف مدارس سے مشاہیر اساتذہ کومنتخب کر کے جامعہ سلفیہ کی مسند تدریس پر فائز کیا گیا۔انھی اساتذہ میں ازہری صاحب بھی تھے جو ۱۹۶۸ء میں جامعہ سلفیہ آئے۔

ازہری صاحب سے میرا تعلق ان کے بنارس آتے ہی قائم ہوگیا

جس کی تفصیل یہ ہے کہ میں اپنے گاؤں کے مدرسے سے ۶۳ء میں پرائمری کی تعلیم مکمل کی اور ۶۴ء میں جامعہ رحمانیہ بنارس کے پرائمری شعبے کے سابق مدرس اور گاؤں کی محبوب شخصیت مولانا ابوالخیر فاروقی سے ابتدائی عربی اور فارسی شروع کی۔ ۶۵ء میں مدرسہ سعیدیہ (دارنگر، بنارس) میں چند ساتھیوں کے ساتھ تعلیمی کی غرض سے بنارس آ گیا تو جامعہ رحمانیہ اور جامعہ سلفیہ کے ذمہ داروں، اساتذہ اور طلباء سے تعارف اور روابط بڑھے۔ ۶۵ء میں آدھے سال تک ہی بنارس رہنا ہوا۔ ۶۶ء میں عید کے بعد شوال کے پہلے ہفتے میں دوبارہ ہم چار ساتھی تعلیم کی غرض سے بنارس آ گئے تا کہ بنارس کے جامعہ رحمانیہ میں داخلہ مل جائے جس کی توقع بہت ہی کم تھی۔ مولانا ابوالخیر صاحب رحمانی رحمہ اللہ نے ازہری صاحب کے ماموں مولانا فضل الرحمٰن رحمہ اللہ، جو سابق مدرس جامعہ رحمانیہ تھے، کے نام خط لکھ دیا تھا کہ تم لوگ اگر بنارس کے کسی مدرسہ میں داخلے میں کامیاب نہ ہو پاؤ گے تو مئو چلے جانا وہاں کے مدارس میں داخلہ ہو جائے گا اور یہ خط ان شاء اللہ تیر بہ ہدف ثابت ہوگا۔

الحمد للہ، حالات کچھ اس طرح ہمارے حق میں استوار ہوئے کہ دوسرے دن یہ خوش خبری ملی کہ ہم لوگوں کا داخلہ رحمانیہ کی تیسری جماعت میں ہوگیا ہے۔ وہاں کے اساتذہ میں مولانا نذیر احمد املوی کا انتقال ۶۵ء ہی میں ہوگیا تھا۔ ۶۶ء میں وہاں مولانا محمد ادریس آزاد رحمانی، مولانا محمد عابد حسن رحمانی، مولانا عبدالوحید رحمانی رحمہم اللہ، نیز دوسرے چند اساتذہ پڑھاتے تھے۔ حج کے بعد جامعہ سلفیہ مرکزی دارالعلوم کا افتتاح ہوا تو یہ تینوں جامعہ سلفیہ منتقل ہوگئے۔ عربی کی تیسری اور چوتھی جماعت ۶۶ء، ۶۷ء میں پڑھنے کے بعد ۶۸ء میں ترجیحی طور پر ہم سب ساتھیوں کا داخلہ جامعہ سلفیہ کی عالمیت سال اوّل میں ہوا۔ ہم رحمانیہ سے وہاں منتقل ہوئے تو دیکھا کہ ایک نئے اور بہت بڑے مدرس ازہری صاحب آئے ہیں جن کا تعلق مئو کے مشہور علمی خاندان سے ہے اور ازہر سے ایم۔ اے کیا ہے اور جامعہ سلفیہ میں پڑھائیں گے۔ اس زمانے میں جامعہ سلفیہ میں مدرس ہونا ہم لوگوں کی نظر میں بہت بڑا اعزاز تھا۔ پہلی بار میں نے ازہری صاحب کو جامعہ سلفیہ کے سامنے کی بلڈنگ کے گیٹ کے اوپر جہاں پرانی لائبریری تھی، کی چھت پر حافظ محمد عباس بنارسی صاحب کے ساتھ چہل قدمی کرتے اور بات چیت کرتے دیکھا اور چند دن کے بعد جب رحمانیہ سے آئے ہوئے اپنے اساتذہ کرام کی خدمت میں گیا جو جامعہ سلفیہ کے تعلیمی نظام کے چلانے کے ذمہ دار تھے تو وہاں ازہری صاحب کو بھی دیکھا۔ مولانا عبدالوحید صاحب اور مولانا محمد ادریس رحمانی نے میرے تعارف میں چند تعریفی جملے کہے۔ اس طرح سے پہلی مرتبہ ڈاکٹر ازہری صاحب کے حلقہ تعارف میں میرا نام اس حوالے سے آیا کہ یہ مشہور اہل حدیث بستی پریوا کا باشندہ ہے اور مولانا ابوالخیر صاحب فاروقی کے گاؤں کا ہے۔ اور یہ بچہ رحمانیہ سے ثانویہ پاس کر کے آیا ہے، اور اس کا خط اچھا ہے، اس لیے ہم لوگ مضامین صاف کرنے اور نظام الاوقات وغیرہ لکھوانے کے لیے اس سے مدد لیتے ہیں۔

چند دنوں کے بعد شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید صاحب نے مجھے بلا کر کہا کہ یہ دیکھو یہ حافظ مقتدی حسن صاحب کا ایک مضمون ہے، اس کو صاف کر کے لے آؤ۔ خوشی خوشی میں اسے لے گیا اور جلدی سے صاف کر کے اسے ازہری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ وہ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ وہ دن ہے اور آج کا دن جب کہ میں مرحوم کی یاد میں یہ کلمات لکھ رہا ہوں۔ یہ تعلقات بڑھتے گئے، پہلے سال ہی آپ کے بچے مئو سے بنارس آ گئے۔ مدن پورہ سے متصل ناظم صاحب کے ایک پرانے گھر میں رہائش کا انتظام ہوا۔ میں ان کے گھر بھی آنے جانے لگا۔ سلمان (بڑے بیٹے) لڑکپن میں تھے، فوزان پیدا ہی بنارس میں ہوئے اور دو بھائی ازہر اور عبدالرحمٰن تعلیم کی غرض سے ساتھ میں رہنے لگے۔ میں دھیرے دھیرے ان کے خاندان کے ایک فرد کی طرح ہوگیا۔ اور ان کی موجودگی یا غیر موجودگی میں فیملی مسائل و معاملات میں ان کا مدد و معاون بنا۔

۶۸ء میں ازہری صاحب سے ہم لوگوں نے "البلاغة

الــواضـــحة" کا درس لیا اور بعد میں علامہ سیوطی کی علوم قرآن پر تالیف ''الاتقان'' بھی پڑھی۔

اساتذہ کرام سے قربت وتعلق کی بنا پر ازہری صاحب سے بھی تعلق بڑھ گیا۔ اب ایک لطیفہ یہ ہوا کہ ایک دن درس میں انھوں نے تمام طلباء سے فصاحت کی تعریف میں موجود عربی عبارت میں "مـــا جــاء عـفـوا" کا معنی پوچھا۔ دائیں سے شروع کرکے بائیں تک پوچھتے گئے لیکن کسی نے جواب نہ دیا یا جو کہا وہ ازہری صاحب کی نظر میں کافی وشافی جواب نہ تھا۔ سب سے آخر میں میں بیٹھا تھا، مجھ سے پوچھا تو میں نے برجستہ کہا: جو زبان پر برجستہ آجائے۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ اب تو استاذ کی توجہ کا ایک اور عنوان ہاتھ آ گیا، ہوا یہ کہ سابقہ کسی طالب علم نے اردو میں باریک خط سے یہ ترجمہ لکھ رکھا تھا، اور میں نے وہاں سے لے کر یہ جواب بتا دیا۔ ہم اتنے قابل نہیں تھے کہ سب سے اچھا ترجمہ کرکے جواب بتا دیتے۔ اس واقعہ سے بھی اُن کو میرے بارے میں حُسنِ ظن ہوا۔ رات میں مغرب اور عشا کے درمیان چند طلباء آپ کے کمرے میں جا بیٹھتے اور عربی بولنے کی مشق کرتے، الفاظ وتراکیب ذہن میں تو رہتی تھیں لیکن ٹھیک جملے بولنے اور ادا کرنے کی صلاحیت نہ تھی اور نہ ہی یہ جرأت، دیر تک چپکے سے میز کی آڑ میں ''القاموس الجدید'' سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر جملے بتاتے اور کبھی کوئی بات کہہ دیتے اور کسی بات کا جواب دے لیتے۔ ایک دن ازہری صاحب نے شاید مجھے ہی مخاطب کرکے کہا کہ عربی سیکھنے کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ ڈکشنری کے الفاظ چن چن کر اور جوڑ جوڑ کر جملے بنائے جائیں۔ اس کے لیے زیادہ پڑھنا اور استعداد بڑھانی ہوگی۔ ایک دن ایک سینئر طالب علم کو نصیحت کی کہ عربی زبان میں صلاحیت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ طلباء عربی ادب وزبان کی چار اہم کتابوں کا مطالعہ کریں:

١۔ البيان والتبيين للجاحظ

٢۔ أدب الكاتب لابن قتيبه

٣۔ الأمالي لأبي القالي

٤۔ الكامل للمبرد

بعد میں مقدمہ ابن خلدون کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ ان کتابوں کا ذکر عربی ادب کی اساطین کتب کے طور پر ابن خلدون نے کیا ہے۔ مرضِ وفات سے کچھ دنوں پہلے میں نے اپنے بزرگ ساتھی سے پوچھا کہ ازہری صاحب نے آپ سے عربی زبان میں استعداد پیدا کرنے کے لیے چار کتابوں کے مطالعہ کا ذکر کیا تھا، کیا آپ کو یہ واقعہ یاد ہے تو انھوں نے کہا کہ نہ تو ہمیں یہ واقعہ یاد ہے اور نہ ان کتابوں کے بارے میں ذہن میں کچھ ہے۔ میں نے موصوف کو واقعہ سنایا اور کتابوں کے نام بتائے۔ بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میں نے یہ ساری کتابیں خریدیں اور بہت کچھ پڑھیں بھی۔ ۶۸ء میں ازہری صاحب کی سرکردگی میں ادارۃ البحوث وجود میں آیا، سلفیہ پریس لگا اور ۶۹ء میں عربی مجلّے کی اشاعت عمل میں آئی۔ ازہری صاحب کی قیادت میں یہ سارے کام شروع ہوئے اور پہلے ہی دن سے اور مجلّے کے پہلے شمارے سے میرا تعلق ان تینوں اداروں سے ہوگیا جو الحمدللہ کسی نہ کسی درجے میں اب تک باقی ہے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (شعبہ عربی) سے ایم فل اور پی ایچ ڈی:

ازہری صاحب نے جامعہ سلفیہ میں تدریس کے دوران ہی علی گڑھ کے شعبہ عربی میں پی ایچ ڈی کے لیے رجسٹریشن کرالیا۔ ڈاکٹر نور الحسن انصاری دلی یونیورسٹی میں شعبہ فارسی کے صدر تھے، علی گڑھ کے شعبہ عربی کے صدر ڈاکٹر مختار الدین آرزو سے تعلقات کی بنا پر وہاں آسانی سے انھیں داخلہ بھی مل گیا اور یو جی سی کا وظیفہ بھی۔ پہلے ایم فل کیا اور لطف یہ ہے کہ ۱۹۷۱ء، ۱۹۷۲ء میں یونیورسٹی کے قواعد وضوابط کی تکمیل کے لیے ہائی اسکول کی انگلش کا علی گڑھ سے امتحان پاس کیا، پھر بعد میں انٹر کا، اور پی ایچ ڈی کے تھیسز سے پہلے ایم فل کے لیے ایک رسالے کی تالیف کی جس کا نام "مـنـصـور الفقه، حيـاته وشعره" یہ فل اسکیپ کے تقریباً ۱۵۰ صفحات پر مشتمل تھا۔ میں نے ازہری صاحب کی علی گڑھ موجودگی میں ۲۴، ۲۵ / جنوری ۱۹۷۴ء میں ہائی اسکول انگلش کا امتحان دیا جس میں مجھے ۷۵ فیصد

نمبر ملے۔اس کی مبارک باد دیتے ہوئے ازہری صاحب نے فرمایا تم کو مجھ سے ۱۵ نمبر زیادہ ملے ہیں۔

علی گڑھ میں پی ایچ ڈی کی تکمیل کے دوران ان کا بنارس سے برابر تعلق قائم رہا۔مجلّہ وغیرہ کے کام کی نگرانی بھی چلتی رہی۔علی گڑھ کے اسلامیات، دینیات، تاریخ اسلامی اور عربی شعبوں کے اساتذہ سے گہرے تعلقات اور علی گڑھ میں اقامت سے جو تعلقات استوار ہوئے اس سے علی گڑھ والوں نے جامعہ سلفیہ سے اور جامعہ سلفیہ نے ان حضرات سے استفادہ کیا۔ یہ تعلق الحمدللہ اب تک قائم ہے۔

جب میں علی گڑھ آیا تو اپنے استاد محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن محمد شفیع لیثی موصوف جو جامعہ رحمانیہ (بنارس) کے طالب علم تھے، کے کمرے میں ٹھہرا۔ ۱۹۶۶ء میں جامعہ سلفیہ میں افتتاح تعلیم کی مناسبت وتقریب سے متعلق کانفرنس میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے چانسلر شیخ ابن باز کی نیابت کرتے ہوئے ہمارے استاد شیخ عبدالقادر شیبة الحمد بنارس تشریف لائے، فضیلت کے طلباء کو صحیح بخاری کا درس دیا، اور وہیں پر اعلان کر دیا کہ جامعہ سلفیہ سے چار طلباء کو اس سال مدینہ یونیورسٹی میں داخلے کا وظیفہ دیا جائے گا۔ فوراً ہی پتا چلا کہ مولانا عبدالرحمٰن شفیع لیثی، مولانا عبدالسلام مدنی، مولانا عبدالحمید رحمانی (جو نئے نئے رحمانیہ سے فارغ ہو کر وہیں پر مدرس مقرر ہوئے تھے) اور دکتور وصی اللہ عباس کے نام کا انتخاب عمل میں آیا ہے۔ اسی سال مولانا عبدالرحمٰن شفیع لیثی صاحب مدینہ چلے گئے۔ چار سال کے بعد بی۔اے کر کے واپس ہوئے تو تینوں مدنی فضلاء شیوخ کی پوسٹنگ جامعہ سلفیہ میں تدریسی فرائض انجام دینے کے لیے ہوئی۔ (شیخ وصی اللہ عباس ابھی کلیہ ہی میں تھے بعد میں وہ مکہ یونیورسٹی میں ایم۔اے اور پی ایچ ڈی کے لیے رک گئے، اور اب تو وہیں کے ہو رہے۔)

ہم لوگوں کا یہ عالمیت سے فراغت کا سال تھا۔ اس سال مولانا عبدالرحمٰن شفیع صاحب سے ہم نے موطأ پڑھی۔ موصوف بنارس میں قلیل مشاہرے پر بال بچوں کے ساتھ رہنے لگے یا ابھی تنہا ہی تھے۔ چار سالہ مدنی زندگی کا آرام اور خاندان کی خوش حال زندگی کو دوام بخشنے کے پیش نظر ان کے سرپرستوں نے کہا کہ مولانا آپ تدریس کا کام کر کے خوش حال زندگی نہیں گزار سکتے، اس لیے یہ لائن چھوڑ کر طبیہ کالج سے ڈاکٹری کی ڈگری لے لیں۔ ادھر ہمارے دوست اور ساتھی ڈاکٹر عبدالحنان بن لعل محمد رسول پوری کے بھائی ماسٹر محمد فاروق صاحب نے اپنے بھائی عبدالحنان کو حکم دیا کہ تم عبدالرحمٰن فریوائی سے اچھے نمبر نہیں حاصل کر سکتے۔ اب تم فضیلت کی دستار باندھنے سے صرف نظر کر کے طب کی لائن اختیار کرو، چنانچہ ان دونوں نے تگ ودو کر کے دینی لائن چھوڑ کر طب کے میدان میں اپنی قسمت آزمائی کی۔ اسی قسمت آزمائی کے زمانے میں جنوری ۱۹۷۴ء میں ہائی اسکول کا امتحان دینے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی آیا تو ان دونوں کے کمرے میں ٹھہرا۔ ڈاکٹر عبدالحنان سے میری خط کتابت رہتی تھی۔ انھوں نے علی گڑھ میں داخلہ لیا تو ازہری صاحب کے بارے میں لکھا کہ بنارس میں تو ان سے دوری رہا کرتی تھی۔ ان کے رعب ودبدبہ کی وجہ سے بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ لیکن علی گڑھ میں تو معاملہ بڑی قربت اور مودت کا ہے۔ اس دوران ازہری صاحب کے کمرے میں بھی گیا، یونیورسٹی کے مطبخ کا کھانا بھی دیکھا اور ازہری صاحب کو یہ کھانا گرم کر کے کھاتے بھی دیکھا۔ علمی ترقی کے لیے آدمی کو ہر طرح کے مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں وہاں پر ان کے شعبہ عربی میں بھی جانا ہوا۔

ایک لطیفہ بھی سنتے جایئے، بی۔اے عربی کے ایک طالب علم کی ایک امتحانی کاپی رکھی ہوئی تھی، اس نے ''عربی'' کو ''اربی'' لکھ لکھ رکھا تھا۔ صدر شعبہ ڈاکٹر مختار الدین آرزو تھے جو عربی لکھنے اور بولنے پر قدرت نہ رکھتے تھے۔ لیکن عربی ادب وزبان میں مستشرقین کی طرح انگریزی کے ذریعے ڈگریاں حاصل کی تھیں۔ ترقی کرتے کرتے صدر شعبہ ہی نہیں بلکہ باہر کی عربی اکیڈمی دمشق کے ممبر بھی بنے۔ ایک عربی سے نابلد ہندوستانی کے لیے یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ یہ اعزاز کیسے حاصل ہوا، یہاں اس کا تذکرہ مقصود ہے۔

ڈاکٹر مختار الدین آرزو بڑے مردم شناس آدمی تھے۔ ازہری

صاحب کی صلاحیت واستعداد کو انھوں نے فوراً ہی بھانپ لیا۔ ان سے بڑا اچھا برتاؤ کیا، ہر طرح کا تعاون دیا، وقتی طور پر لیکچرر شپ بھی دی۔ بعد میں مستقل لیکچرر کی پوسٹ پیش کی۔ لیکن اس میں دو چیزیں مانع ہوئیں: ناظم صاحب (عبدالوحید) کا عدم اتفاق اور خود ازہری صاحب کا اندر سے رہ کر علی گڑھ کے دینی، علمی اور ثقافتی ماحول اور وہاں وہ کتنا کام کرسکتے ہیں، اس کا صحیح اندازہ۔ بہرحال ڈاکٹر مختار الدین آرزو صاحب نے ازہری صاحب کے ذریعہ مجلة المجمع العلمي الهندي کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور اردو کے مقالات کو عربی میں منتقل کرنے، نیز اسے چھپوانے کی ساری ذمہ داریاں ازہری صاحب نے اٹھائیں اور جامعہ سلفیہ کے پریس میں یہ کام ہوا، ان شماروں کی پروف ریڈنگ میں نے کی تھی۔

علی گڑھ آکر جب میں واپس چلا گیا تو ازہری صاحب نے زبانی یا کسی خط میں بتایا کہ ڈاکٹر مختار الدین آرزو صاحب کو جب یہ معلوم ہوا کہ تم علی گڑھ امتحان دینے آئے تھے تو وہ ملاقات کے خواہش مند تھے۔ اور مجلّہ کی اشاعت میں پروف ریڈنگ اور حسن اشاعت کے لیے تمھاری تعریف بھی کررہے تھے۔ علی گڑھ وغیرہ کے اساتذہ کے جو مقالات عربی پرچے میں چھپتے تھے اس کی بھی ایک اہمیت ہوتی تھی اور اس کے ذریعے اپنے شعبے میں وہ ترقیاں بھی پاتے تھے۔

ازہری صاحب نے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے امام ابن عبدالبر کی کتاب "بهجة المجالس" (نصف ثانی) کو ایڈٹ کرنے کا کام علی گڑھ میں اور بنارس میں رہ کر کیا۔ بنارس میں اوپری منزل کے کمرہ نمبر ١٩ میں مسند تدریس کے اردگرد جو مراجع تھے اس میں زرکلی کی "الأعلام" اور عمر رضا کحالہ کی "معجم المؤلفین" اور "المعجم المفهرس لألفاظ الحديث" کے نام یاد ہیں، اور المنجد کا پرانا ایڈیشن بھی تھا جس کو وہ ازہر سے ساتھ لے کر آئے تھے۔ یہاں اس کی الگ الگ دو جلدیں بنادی تھیں، دوسری اعلام سے متعلق تھی جو اصل اوّل کا ایک تہائی تھی۔

صاحب ترجمہ کے معاشی حالات:

جامعۃ الازہر سے واپسی کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری رحمہ اللہ کے مشورے سے آپ جامعہ سلفیہ میں استاد بن کر آئے۔ سننے میں آیا کہ ٢٥٠ روپے مشاہرہ ہے لیکن بعد میں پتا چلا کہ ٢٢٥ روپے مشاہرے سے شروعات ہوئی۔ اس زمانے میں بھی یہ ایک خاندان کے اخراجات کے لیے ناکافی مشاہرہ تھا، اس لیے عام اساتذہ کی طرح آپ کے معاشی حالات بھی قابل اطمینان نہ تھے۔ انھی ابتدائی سالوں کی بات ہے جب جامعہ سلفیہ میں عربی کتابوں کی قلت تھی، معاشی ضرورت کے پیش نظر ازہری صاحب نے کئی کتابیں ناظم صاحب کے ذریعے مکتبہ کو فروخت کردیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ازہری صاحب کی اکثر کتابیں مصر ہی میں چھوٹ گئی تھیں، انھیں ان کا قلق تھا۔

زندگی کے حقائق سے آگاہی اور تجربات ومشاہدات سے آدمی بہت کچھ سیکھتا ہے۔ ایک دن کہنے لگے کہ ذاتی کتب خانے کی اہمیت سے قطع نظر اس کے مستقبل کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اگر ہم بڑے عالم بن بھی گئے تو مکتبہ کی وراثت کا مسئلہ ہے، مولانا سیف بنارسی کے مکتبہ کا حال دیکھو۔

عہد عسرت کی بات ہے کہ جامعہ رحمانیہ پرائمری شعبہ کے صدر مدرس ماسٹر عبدالحمید صاحب جونپوری رحمہ اللہ جو ابتدائی عہد میں مدن پورہ میں جامعہ سلفیہ کے آفس میں جو حاجی صدیق کی کوٹھی میں قائم تھا، جامعہ کا حساب کتاب لکھتے تھے۔ باتوں باتوں میں ایک دن فرمایا کہ ناظم صاحب کی تاکید ہے کہ ازہری صاحب اور شیخ الجامعہ مولانا عبدالوحید رحمانی کی کوئی گھریلو ضرورت روکی نہ جائے، ان کا ہمیشہ خیال رکھا جائے۔

پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے بعد آپ کا رجحان یہ تھا کہ کہیں اندر یا باہر کسی یونیورسٹی میں ملازمت مل جائے۔ اس کے لیے ڈاکٹر عبدالعلی اعظمی ازہری کی ہدایت اور مشورے سے نائیجیریا کی احمد وبیلو یونیورسٹی میں کاغذات بھجوائے جنھیں میں نے پوسٹ کیا تھا۔

شیخ ہادی احمد الطالبی، جو مدینہ سے بی اے کرنے کے بعد جامعہ سلفیہ میں مبعوث تھے، کے توسط سے شیخ ابن باز نے ازہری صاحب کو جامعہ اسلامیہ میں تدریس کے لیے خط بھیجا لیکن یہاں بھی ناظم صاحب نے ازہری صاحب کو جامعہ سلفیہ کی خدمت کے لیے روک لیا اور آپ نے بہ طیب خاطر جامعہ سلفیہ کی خدمت کو دوسرے وظائف ومناصب پر ترجیح دی۔

نہرو یونیورسٹی میں لیکچررشپ کا ایک انٹرویو:

نہرو یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں لیکچررشپ کے لیے رمضان میں بنارس سے دلی کا سفر کیا۔ حالت صیام میں انٹرویو کے لیے نہرو یونیورسٹی گئے، وضع قطع اور لباس میں پورے مولانا جو ساتھی انٹرویو میں شرکت کے لیے آئے تھے وہ بھی ازہری فاضل تھے لیکن مکمل بابو۔ انٹرویو کے دوران چائے آئی تو صدر شعبہ اور دوسرے ممتحنین بہ شمول انٹرویو کے لیے آئے ہوئے صاحب نے چائے نوش فرمائی اور ازہری صاحب نے معذرت کی کہ میں صائم ہوں۔ اسی سے یونیورسٹی والوں کو ان کے دینی رجحان کا پتا چل گیا۔ بات تو پہلے سے طے تھی، من جملہ سوالات کے ایک سوال کسی عربی عبارت کے اعراب کا تھا۔ ازہری صاحب کے صیام کی وجہ سے ہونٹ سوکھے تھے، سفر کی تکان بھی رہی ہوگی۔ اس سوال پر مزید طبیعت مکدر ہوئی اور وہاں سے یہ یقین کر کے باہر آئے کہ یہاں کوئی گنجائش نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے بھی بڑے عجیب اور پر حکمت ہوتے ہیں۔ ان کے بہت سارے ساتھیوں نے جامعہ ازہر اور دارالعلوم قاہرہ یا امریکن یونیورسٹی میں جا کر تعلیم حاصل کی اور ملازمت کے چکر میں مختلف مقامات اور مناصب پر پہنچے مگر وظیفے کی مشغولیت کی بنا پر عملی طور پر یا ملی خدمات کے میدان میں اکثر لوگوں کی کارکردگی قابل ذکر نہیں۔ بعض حضرات نے ایک مخصوص مدت تک پڑھنے لکھنے کا کام کیا اور ان کی تحریرات وتحقیقات سے لوگوں نے فائدہ بھی اٹھایا۔ بعض بزرگ دوست عہد پیری میں مناسب اور مفید خدمات انجام دے رہے ہیں۔

لیکن ازہری صاحب اپنے معاصرین اور ساتھیوں میں اس حیثیت سے ایک منفرد مقام پر ہیں کہ ان کو بچپن سے تا وفات ہمیشہ علمی اور دینی ماحول ملا، اور ہندوستان واپس آ کر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جامعہ سلفیہ میں آ گئے اور اس طرح سے دین اور علم کی خدمت کا ہمہ جہتی میدان مل گیا۔

اپنے شعبہ تخصص کے مطابق اگر کسی آدمی کو بالخصوص عالم دین کو کام کرنے کا موقع مل جائے تو یہ بہت بڑی سعادت کی بات ہوتی ہے۔ ازہری صاحب اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور ۶۸ء سے ۲۰۰۹ء تک پوری دل جمعی سے تدریس، تالیف اور دعوت کے میدانوں میں سرگرم رہے۔ (جاری ہے)



ضروری اعلان

ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین وحضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- مضمون مدلل، با حوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام وصفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
- جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کر دیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
- مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے اداہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منیجر)

سیرت وسوانح

آدابِ مسرت

خوشی کے موقع پر مسلمان کو ہدایات

عبدالواحد گوندل، گوجرانوالہ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى.

اسلام مکمل نظام زندگی ہے۔ اس میں انسان کی زندگی کے ہر مرحلے اور موقع کے متعلق احکام موجود ہیں۔ اچھا و بُرا جائز وناجائز، حلال وحرام یعنی ہر عمل کے متعلق ہدایات سے نوازا گیا ہے۔ صحیح مسلمان کہلوانے کا وہی فرد حق دار ہے جو ان ہدایات واحکام اور اوامر ونواہی پر کماحقہ عمل کرے۔

انسان کو زندگی میں دو حالتوں کا سامنا ہوتا ہے: خوشی اور غمی۔ اسلام نے ہر دو حال میں ہماری راہنمائی کی ہے۔ ان صفحات میں خوشی کے آداب کا کچھ ذکر کیا جائے گا۔

اسلام دین فطرت ہے۔ فطرت کے تقاضوں کو کچلنے کی بجائے ان کو صحیح اور فائدہ مند سمت اور رُخ دیتا ہے۔ بعض ادیان انسانی خواہشات کے کچلنے کو انسان کی روحانی ترقی کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں، اسی سے رہبانیت اور جوگ نے جنم لیا۔ اسلام انسانی خواہشات کو جلا دیتا ہے۔ خوشی کے موقع پر خوشی کرنا جائز ہی نہیں ضروری قرار دی گئی ہے۔ حکم ہے خوشی کے موقع پر خوشی مناؤ۔ ہاں، اس کی ایک حد مقرر کر دی کہ اس سے آگے بڑھنا روا نہیں ہے۔ کچھ مفید حدود وشرائط کے ساتھ فطرتی ضرورتوں کو پورا کرنے کی اسلام ترغیب دیتا ہے۔ مصنوعی وقار، غیر مطلوب سنجیدگی، مردہ دلی اور افسردگی سے انسانی کردار کی کشش کو ختم نہ کیا جائے بلکہ خوشی کے تمام مواقع پر خوشی منانے کا حق دیا گیا ہے تاکہ مسلمان ہمیشہ تازہ ولولہ، بلند حوصلگی اور نئی امنگوں سے تازہ دم ہو۔ اسی لیے خوشی کے جائز مواقع پر خوشی کا اظہار نہ کرنا اور خوشی منانے کو دینی وقار کے خلاف قرار دینا دین کے فہم سے ناواقفیت اور محرومی ہے۔ خوشی اور تہوار پر بھی عبادت لازم ہے۔ عیدین پر دو رکعت نماز لازم ہے کہ اسلام خدا فراموش دین نہیں ہے۔

بعض مواقع اظہارِ خوشی اور اللہ تعالیٰ کی عنایت پر شکر کے خاص ہوتے ہیں، مثلاً:

۱: آپ کو کسی دینی فریضے کو انجام دینے کی توفیق نصیب ہو۔
۲: آپ خود یا آپ کا عزیز علم وفضل میں بلند مقام حاصل کر لے۔
۳: اللہ تعالیٰ آپ کو مال ودولت اور اولاد کی نعمت سے نوازے۔
۴: آپ خود یا آپ کا کوئی عزیز لمبے سفر سے بہ خیریت واپس آئے۔
۵: آپ کے ہاں کوئی معزز مہمان تشریف لائے۔
۶: شادی، بیاہ ونکاح کا موقع ہو۔
۷: کسی عزیز کی صحت وخیریت کی خبر ملے۔
۸: اہل اسلام کی فتح ونصرت کی خوش خبری ملے۔
۹: کوئی تہوار ہو وغیرہ۔

اس طرح کے تمام مواقع پر خوشی منانا آپ کا فطری حق ہے۔ اسلام نہ صرف خوشی منانے کی اجازت دیتا ہے بلکہ اس کو عین دین داری قرار دیتا ہے۔ (آدابِ زندگی)

رسول اللہ ﷺ کو جب بھی کوئی خوشی ہوتی تو آپ کا چہرہ مبارک اس طرح چمک رہا ہوتا جیسے چاند کا کوئی ٹکڑہ ہو۔ کعب بن

مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوئی تو اس کے متعلق آیات نازل ہوئیں۔ وہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور دیکھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے جگمگا رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی رونق اور چمک سے سمجھ جاتے کہ آپ ﷺ اس وقت بہت خوش ہیں۔ (ریاض الصالحین)

زمانہ جاہلیت میں اوس اور خزرج ایران کی حکومت کے زیر اثر تھے۔ محکوم و مغلوب اقوام کی طرح انصارِ مدینہ ایران والوں کے ہی دو تہوار مناتے تھے۔ غلامی کی اس علامت کو حضور ﷺ نے مدینہ پاک تشریف لانے کے بعد تبدیل کردیا، فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے غیرملکی استبداد کی نشانی کو ختم کر کے تم کو خوشی منانے کے دو دن عطا کردیے ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ ان دو دنوں میں مسرت وخوشی کا پورا اہتمام کرو۔ مل جل کر تفریحی مشاغل کرو۔ کھلی طبیعت سے چلو پھرو۔ اچھے اور دل پسند کھانے کا اہتمام کرو۔'' حضور ﷺ نے ان دو دن روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی۔ شیطانِ رجیم کو مسلمانوں کا خوشی منانا پسند نہیں، اس لیے وہ عیدین کے دن روزہ رکھے ہوتا ہے۔

قرونِ اولیٰ میں اِن دنوں تفریحات اور کھیلوں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک بار عید کے روز حبشی بازی گر فوجی کرتب دکھا رہے تھے، آپ ﷺ نے یہ کرتب خود بھی دیکھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اپنی آڑ میں لے کر یہ کرتب دکھائے۔ حضور ﷺ ان بازی گروں کو شاباش بھی دیتے جاتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب دیکھتے دیکھتے تھک گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا اب جاؤ۔'' (معلوم ہوا کہ یہ مظاہرہ کافی طویل ہوگا) یہ مظاہرہ مسجد نبوی کے صحن میں ہوا۔

بچوں کو ان دنوں اجازت اور موقع دینا چاہیے کہ وہ جائز قسم کی تفریح اور کھیلوں سے دل بہلائیں۔ کھل کر خوشی کا اظہار کریں۔ خوب کھیلیں کودیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عید کا دن تھا، کچھ لونڈیاں جنگ بعاث کے متعلق اشعار گا رہی تھیں۔ اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ فرمایا: نبی ﷺ کے گھر میں یہ گانا بجانا! حضور ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر! رہنے دو۔ ہر قوم کے لیے تہوار کا ایک دن ہوتا ہے اور آج ہماری عید ہے۔''

حضرت ربیع رضی اللہ عنہا بن معوذ کا نکاح ہوا تو ان کے پاس چند لڑکیاں بیٹھی دف بجا رہی تھیں۔ وہ اپنے ان بزرگوں کی تعریف میں اشعار گا رہی تھیں جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ ایک لڑکی نے یہ مصرعہ گایا۔

''ہمارے درمیان ایک ایسا نبی ہے جو کل ہونے والی بات کو جانتا ہے۔''

آپ ﷺ نے سنا تو فرمایا:

''اس کو چھوڑ دو اور وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔'' (بخاری)

رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ وارد ہوئے۔ مسلمان مرد، عورتیں اور بچے سب آپ ﷺ کے استقبال کے لیے نکلے۔ انصار میں بنونجار (آپ کا ننھیالی قبیلہ) کی بچیاں یہ گیت گا رہی تھیں:

طلع البدر علینا　　من ثنیات الوداع
وجب الشكر علينا　　ما دعا لله داع
أيها المبعوث فينا　　جئت بالأمر المطاع

''آج ہم پر چودھویں کا چاند ثنیات الوداع سے طلوع ہوا ہم پر شکر کرنا واجب ہوگیا۔ اس داعی نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا۔ اے ہمارے درمیان مبعوث رسول! آپ ایسا دین لے کر آئے ہیں جس کی ہم اطاعت کریں گے۔''

خوشی کے موقع پر مبارک دیں۔ رسول اللہ ﷺ نکاح کے موقع پر ان الفاظ سے مبارک دیتے تھے:

((بارك الله لك وبارك عليكما وجمع بينكما في خير .)) (عن أبي هريرة، ترمذي)

''اللہ تعالیٰ تم کو خوش حال رکھے اور تم دونوں کو اپنی برکتوں

سے نوازے اور تم میں خیریت سے نباہ ہو۔"

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بچے کی پیدائش پر مبارک باد ان الفاظ میں دی۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اس عطا پر برکت دے، شکر کی توفیق بخشے، بچے کو جوانی کی بہاریں دکھائے اور تمھارا فرمانبردار بنائے۔ دور دراز سفر سے آپ کا کوئی عزیز خیریت سے واپس آئے تو اس کا استقبال کریں۔ اگر وہ اس موقع پر کوئی دعوت کرے تو اس میں شریک ہوں۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے واپس مدینہ منورہ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ یا گائے ذبح کر کے لوگوں کو دعوت دی۔ (ابوداود)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۂ بقرہ یاد کی تو گائے ذبح کر کے دعوت کی۔

خوشی کے موقع پر خود جا کر مبارک باد دیں۔ دعوت کا انتظار نہ کریں یا مبارک باد کا پیغام بھیج دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو مسلمان مرد اور بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے ثنیۃ الوداع تک گئے۔ (ابوداود)

شادی اور نکاح پر عزیز وا قارب اور دوستوں، پڑوسیوں کو کھلانے پلانے کا بندوبست کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی یہ اہتمام کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی تلقین فرمائی جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو فرمایا: "ولیمہ کرو چاہے ایک بکری ہو۔"

ولیمہ۔ دعوتِ طعام:

ولیمہ اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو نکاح کے موقع پر کھلایا جائے۔ یہ لفظ التیام سے مشتق ہے۔ اجتماع اس کا معنی ہے، یعنی اجتماع زوجین۔

شرعی حیثیت: اکثر علماء کے نزدیک ولیمہ مسنون عمل ہے۔ بعض نے مستحب کہا اور بعض نے واجب۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أولم)) (بخاری ومسلم) یعنی ولیمہ کرو، اس سے وجوب بنتا ہے۔

ولیمے کا وقت: اس میں بھی اختلاف ہے۔

۱: اس کا اصل وقت شب زفاف، یعنی اجتماع زوجین کے بعد ہے۔
۲: ولیمہ عقدِ نکاح کے وقت ہے۔
۳: عقدِ نکاح اور دخول کے بعد بھی ہے۔

کتنے دنوں تک ولیمہ جائز ہے: بعض علماء کے نزدیک دو دن سے زیادہ ولیمہ کھلانا مکروہ ہے۔ علماء کے ایک طبقے کا کہنا ہے دو دن سے زیادہ کھلایا جاسکتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ایک ہفتہ تک کھلا سکتے ہیں۔

صحیح بات یہ ہے کہ ولیمہ دولہے کی مالی طاقت کے مطابق ہے۔ ہجرت کے بعد مالی حالت کی کمزوری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ((أولم ولو بشاة)) فرمایا تھا۔

ضیافت:

خوشی کے موقع پر ضیافت مشروع ہے۔ اس کی آٹھ قسمیں ہیں، بحوالہ مظاہر حق:

۱: ولیمہ: شادی بیاہ کے موقع پر۔
۲: خرس: بچے کی پیدائش کی خوشی میں (لڑکا ہو یا لڑکی)۔
۳: اعذار: ختنے کی تقریب میں۔
۴: وکیرہ: مکان بنانے کی خوشی میں۔
۵: نقیعہ: مسافر کے بخیریت آنے کی خوشی میں۔
۶: عقیقہ: بچہ کی جھنڈ اتارنے اور نام رکھنے کے وقت دعوت۔
۷: ماُدبہ: ہر وہ دعوت جو کسی خاص موقع پر کی جائے۔
۸: وضیمہ: میت کے اہل خانہ کے لیے کھانا جو دو وقت کے لیے کافی ہو۔ (مروّجہ رسم ایک قسم کا تاوان ہے جو سمدھیوں پر لگا دیا گیا ہے۔ شریعت میں ایسے کھانے کی کوئی گنجائش نہیں۔)

ازواجِ مطہرات کے ولیمے کیسے ہوئے؟

۱: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ولیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑا کیا۔ اس میں ایک بکری ذبح کی اور لوگوں کو روٹی گوشت کھلایا۔ یہ شب زفاف کے بعد ہوا تھا۔

۲: صفیہ بنت حیی بن اخطب: فتح خیبر کے بعد حضور ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا۔ ان کی آزادی ہی ان کی رضامندی سے مہر قرار پایا۔ ولیمہ میں حیس پیش کیا گیا۔ یہ حلوہ سا ہوتا تھا جو کھجور، گھی، اقط یا قروط (پنیر کی طرح کی چیز) اور دہی سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ ولیمہ بھی شبِ زفاف کے بعد ہوا۔ (بخاری)

۳: ام سلمہ: ان کا ولیمہ دو سیر جَو کے ساتھ ہوا۔ (بخاری)

ولیمے کی دعوت قبول کرنی چاہیے:

ا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
((إذا دعی أحدکم إلی الولیمة فلیأتها.))
(متفق علیه)

۲: صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:
((فلتجب حرسا أو نحوه.))
دعوت ولیمہ کی ہو یا اس قسم کی کوئی اور دعوت، قبول کی جائے۔

۳: دعوت قبول نہ کرنے والا گناہ گار ہے:
((من دعي ولم یجب فقد عصی الله ورسوله.))
اور
((من ترك الدعوة فقد عصی الله ورسوله.))

۴: ((إذا دعی أحدکم إلی الطعام فلیجب فإن شاء طعم وإن شاء ترك.)) (مسلم)
دعوت کا قبول کرنا اور مقام دعوت پر حاضر ہونا ضروری ہے، البتہ کھانا کھانا یا نہ کھانا مدعو کی مرضی پر منحصر ہے:

۵: غیر مدعو کو کھانا کھلانا میزبان کی اجازت پر موقوف ہے۔ ایک انصاری صحابی ابوشعیب رضی اللہ عنہ، جو گوشت کا کاروبار کرتے تھے، نے خادم کو حکم دیا کہ پانچ آدمیوں کے لیے کھانا تیار کر دو۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے عرض کیا: آپ ﷺ کو اور چار اصحاب رضی اللہ عنہم کو میں نے کھانا پر مدعو کیا ہے۔ آپ ﷺ جب روانہ ہوئے تو ایک اور صاحب ساتھ ہو لیے۔ آپ ﷺ اُن کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: ''ابوشعیب رضی اللہ عنہ! ایک اور آدمی ہمارے ساتھ ہے، اگر تم چاہو اُس کو بھی کھانے کی اجازت دے دو، ورنہ اس کو دروازے پر چھوڑ دو اور اس کو دستر خوان پر بیٹھنے کی اجازت نہ دو۔'' ابوشعیب رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا مناسب نہیں۔ میں اس کو بھی اجازت دیتا ہوں۔ (بخاری، مسلم)

۶: دعوت میں بن بلائے جانے والے کی مذمت:
((من دعي ولم یجب فقد عصی الله ورسوله، ومن دخل علی غیر دعوة دخل سارقا وخرج مغیرا.)) (أبوداود)
''دعوت قبول نہ کرنے والا اللہ ورسول کا نافرمان اور دعوت میں بغیر بلائے داخل ہونے والا داخل ہوتے وقت چور اور کھا پی کر ڈاکو بنا۔''

۷: ولیمے میں صرف مال داروں کو ہی بلانا انتہائی بُرا ہے:
"شر الطعام طعام الولیمة، یدعی لها الأغنیاء ویترك الفقراء." (بخاري، مسلم)
یعنی جس ولیمے میں فقراء ومساکین کو نہ شامل کیا جائے وہ بُرا کھانا ہے۔

۸: دو آدمیوں کی طرف سے ایک دن اور ایک ہی وقت دعوت دی جائے تو جس کا مکان قریب ہو اُس کو ترجیح حاصل ہے یا جس نے پہلے دعوت دی اُس کی دعوت کو قبول کیا جائے۔

۹: فاسق اور ایک دوسرے سے بطور فخر زیادہ کھانے پکانے والوں کی دعوت قبول کرنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

۱۰: مسلمان متقی کے ہاں کھانے کی دعوت ہو تو اس کے کھانے کے جائز و ناجائز ہونے کی تحقیق نہ کرے۔ (عن أبي هریرة، بیهقي) یعنی حُسنِ ظن رکھے، سوءِ ظن نہ کرے۔ اس کا اعتماد نہ ہو تو وہاں کیوں جائے۔

اللہ وحدہ لا شریک لہ ہمیں اسلام کے احکام پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

تذکرہ علمائے اہل حدیث

مفکر اسلام عبداللہ السّلفی رحمہ اللہ

عبدالرحیم اظہر الکریمی ڈیروی

ولادت وتعلیم:

مولانا عبداللہ السّلفی بن قادر بخش ۱۴/جون ۱۹۴۶ء بروز منگل بہ مقام بیٹ قائم والا، جو کوٹ اڈّو سے بجانب مغرب دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، کے ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر میں آپ کے والد محترم انتقال کر گئے۔ آپ کے ماموں محترم حکیم محمد رمضان نے آپ کی پرورش کی۔

پرائمری سکول یارے والے سے پرائمری جماعت پاس کرنے کے بعد تقریباً دس بارہ سال کی عمر میں قرآنِ کریم حفظ کرنا شروع کیا۔ دس گیارہ پارے حافظ غلام حسین قریشی سے یاد کیے۔ کچھ عرصہ بعد تعلیم ترک کر کے تقریباً دو سال پیری مریدی میں گزار دیے، پھر اللہ ربّ العزت کی مہربانی سے اس کام سے نفرت ہوگئی تو دیوبندی مکتب فکر کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی مکتب فکر کے مختلف مدارس میں رہ کر دینی تعلیم حاصل کی۔ مولانا سلفی مرحوم ہمارے شہر ڈیرہ غازی خان کے دیوبندی مکتب فکر کے معروف مدرسہ قاسم العلوم ملحقہ مسجد پیارے والی میں بھی حصولِ تعلیم کے لیے تشریف لائے تھے، چنانچہ مولانا غلام محمد صاحب، جو ڈیرہ غازی خاں کے ممتاز عالم و مدرس تھے، کی وفات کے بعد اُسی مدرسے میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں مولانا سلفی مرحوم کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ اُسی تعزیتی جلسے میں انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ میں بھی کچھ عرصہ پڑھنے کے لیے یہاں آیا تھا۔ انھوں نے استاد محترم کی تدریسی خدمات کو خوب صورت انداز میں سراہا تھا۔ بعد ازاں مدرسہ خیر المدارس ملتان چلے گئے تھے۔

بیرونی سفر:

مولانا سلفی مرحوم طلب معاش کے لیے اپنے چند دوستوں کے ہم راہ متحدہ عرب امارات چلے گئے جہاں انھوں نے مختلف کام کیے۔ وہاں اُن کو ایک مہربان وشفیق اور ممتاز عالم دین شیخ محمد تندی مصری ملے جن سے انھوں نے عربی کی مختلف کتب پڑھیں اور مزید اردو کتب کا بھی مطالعہ جاری رکھا۔ پھر تقریباً ۱۹۶۸ء میں ابوظہبی (امارات) سے پیدل روانہ ہو کر سعودی عرب پہنچے۔ دورانِ سفر کچھ عرصہ بعد شہر الھفوف (صوبہ الاحساء) چلے گئے اور وہاں اُن کی ملاقات ایک ممتاز عالم دین شیخ ابوبکر یحییٰ سے ہوئی اور اُن کے ساتھ رشتہ تلمذ کا قائم کر لیا۔ اسی طرح انھوں نے مکہ مکرمہ اور جدہ کے ممتاز علماء سے بھی علمی استفادہ کیا۔ اور مسائل کی تحقیق بھی جاری رکھی۔ آخر مسلک اہل حدیث میں پکے ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر امارات لوٹ آئے جہاں انھوں نے جید علمائے کرام سے درس نظامی کی جملہ کتب بھی پڑھ لیں۔

محترم فاضل نوجوان حمید اللہ خان عزیز ایڈیٹر ماہنامہ "تفہیم الاسلام" احمد پور شرقیہ، ضلع بہاولپور نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ زید بن النہیان عمرے کی غرض سے سعودیہ آئے۔ انھوں نے مولانا عبدالحق ہاشمی محدث ریاستی (جو راقم کے والد محترم مولانا عبدالکریم ڈیروی سابق مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے بھی استاد ہیں) سے اپنے محل کی جامع مسجد اور درس گاہ کے لیے ایک فاضل عالم کے بارے میں استفسار کیا اور کہا: اُن کی خواہش ہے کہ وہ خطیب آپ کا شاگرد ہو۔ مولانا ہاشمی رحمہ اللہ نے مولانا عبداللہ سلفی کا تعارف کرایا۔ بعد ازاں صدر متحدہ عرب امارت کے محل کی مسجد میں سرکاری طور پر امام وخطیب مقرر ہوئے۔ دس بارہ سال کا عرصہ اسی جگہ گزارا۔ آپ نے وزارت امورِ اسلامیہ واوقاف کے واعظ ومبلغ کے طور پر بھی کام کیا۔

مزید یہ کہ مولانا سلفی نے عالم اسلام کے عظیم مفتی الشیخ عبداللہ بن باز اور علامہ عبدالحق ہاشمی محدث ریاستی کے حلقۂ تدریس میں بیٹھ کر استفادے کا شرف حاصل کیا اور اُن سے سند اجازۃ الروایہ حاصل کی۔

قیام معہد الشریعۃ والصناعۃ:

کوٹ اَدّو ضلع مظفر گڑھ کی معروف تحصیل ہے۔ اس کے شمال کا علاقہ کسی زمانے میں ویران اور بے آب وگیاہ اور غیر آباد علاقہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے مولانا سلفی مرحوم نے اِس علاقہ کا انتخاب فرما کر ایک وسیع وعریض رقبے پر ایک عظیم الشان ادارہ ''معہد الشریعۃ والصناعۃ'' قائم کیا۔ یہ ان کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ یہ ادارہ ماہِ نومبر ۱۹۸۲ء کو معرضِ وجود میں آیا۔ یہ ادارہ جنوبی پنجاب خصوصاً ڈویژن ڈیرہ غازی خان کا پہلا مثالی ادارہ ہے۔ اس عظیم ادارے میں مختلف شعبہ جات قائم کیے گئے ہیں جو مختصر طور پر ذکر کیے جاتے ہیں:

۱: قسم الدراسات الاسلامیہ (درس نظامی)
۲: قسم تحفیظ القرآن الکریم
۳: شعبہ عصری علوم (نرسری تا میٹرک مع سائنس)
۴: درسِ نظامی کے طلباء کے لیے عصری تعلیم (میٹرک تا ایم۔اے)
۵: شعبہ کمپیوٹر ۶: شعبہ تعمیر مساجد
۷: علی کیڈٹ کالج
۸: اسلامیہ پبلک ڈگری کالج
۹: اسلامیہ پبلک کالج آف کامرس
۱۰: اسلامیہ پبلک گرلز ہائی سکول وغیرہ

اُن کی یہ خدمات سنہری حروف سے لکھنے کے لائق ہیں اور نا قابل فراموش ہیں۔

محبت تعلیم:

مولانا مرحوم کو تعلیم سے بہت محبت تھی اور حصولِ تعلیم پر بہت زور دیا کرتے تھے، وہ فرمایا کرتے تھے:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ملکی ترقی وخوش حالی کا دار ومدار اعلیٰ تعلیم پر ہے۔ جو قومیں تعلیمی میدان میں پیچھے رہتی ہیں وہ ہمیشہ غیروں کی غلام بن کر رہ جاتی ہیں اور دوسری قومیں اس کی سیاست، معیشت اور دوسرے تمام شعبہ ہائے زندگی پر قابض ہوجاتی ہیں۔ اور آخر کار ایسی قوم آزادی جیسی نعمت سے محروم ہوجاتی ہے۔

تعلیم ایک فیکٹری ہے جو ملک کے نظام کو چلانے کے لیے صحیح پرزے فراہم کرتی ہے۔ انھی بہترین پرزوں (افراد) کی انتھک محنت وخلوص اور کوششوں کی برکت سے قوم ترقی اور خوش حالی سے ہمکنار ہوتی ہے۔ (ماخوذ روزنامہ ''نوائے وقت'' ملتان، ۹/اپریل ۱۹۹۵ء)

تنظیمی خدمات:

مولانا عبداللہ السّلفی مرحوم اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ انھوں نے تنظیمی وجماعتی لحاظ سے بے شمار خدمات سرانجام دیں۔ وہ مختلف ادوار میں مختلف تنظیموں کے صوبائی امیر رہے۔ وہ اپنے عہدے کی ذمہ داری کو خوب سمجھتے تھے۔ ہر کارکن اور جماعتی احباب کی قدر وعزت اور احترام کرتے اور اُن کے مسائل بڑی توجہ سے سنتے، چنانچہ احمد پور شرقیہ میں جامع مسجد تقویٰ کی تعمیر کے لیے ایک پلاٹ خریدا گیا تو پلاٹ کی رقم کم ہوگئی۔ اتنا چندہ نہ ہوسکا جس سے پلاٹ کی قیمت ادا کی جاسکتی۔ اِس مجبوری کی بنا پر مولانا عبدالرزاق السّلفی سابق ضلعی امیر بہاولپور کے حکم پر علامہ عبداللہ السّلفی امیر پنجاب سے رابطہ کیا گیا تو انھوں نے موبائل فون پر تعاون کی یقین دہانی فرمائی۔

سیاست:

مولانا عبداللہ السّلفی ممتاز عالم دین ومذہبی سکالر تو تھے ہی، ساتھ ساتھ وہ ایک بہترین سیاست دان بھی تھے۔ مولانا اصولوں کی سیاست کے قائل وفاعل تھے۔ وہ اپنی تمام زندگی میں دین اسلام کے عادلانہ نظام کی بات کرتے رہے۔ مولانا سلفی مرحوم ایک مستقل مزاج اور قومی خدمت کا جذبہ رکھنے والے ایک مدبر سیاست دان تھے۔ انھیں سیاست کرنے کا شوق نہ تھا لیکن وہ غریب عوام کے حقوق کے تحفظ اور انھیں جاگیرداروں کے استحصال سے بچانے کے لیے سیاسی میدان میں اترے۔ انھوں نے اپنے دورِ سیاست میں اپنے مسلک

اہل حدیث کے تشخص کو کبھی مجروح نہیں ہونے دیا۔

وفات:

مولانا عبداللہ السّلفی ۳۰ر نومبر ۲۰۰۹ء بروز اتوار بعد نماز فجر تقریباً صبح آٹھ بجے حرکت قلب بند ہوجانے سے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

نمازِ جنازہ:

مولانا سلفی مرحوم کی نماز جنازہ تقریباً پانچ بجے بعد نماز عصر ادارہ معہد الشریعۃ والصناعۃ کے وسیع وکشادہ میدان میں ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ اُستاذ العلماء مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ نے پڑھائی، جس میں جماعت اہل حدیث کے قائدین وراہنما، دیگر مکاتب فکر کے علماء، پروفیسرز، انجینئرز، ڈاکٹرز اور ضلعی انتظامیہ کے اعلیٰ افیسرز نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

اللہ ربّ العزت انھیں جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، آمین۔

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه .

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

مسلمان خاندان، اسلام کی آغوش میں

مرتب: محمد اختر صدیق

ضخامت: ۳۲۰ صفحات

ناشر: مکتبہ اسلامیہ، غزنی سٹریٹ، بالمقابل رحمان مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتاب ایک مسلمان خاندان کو اسلامی تعلیمات اپنا کر ایک مثالی خاندان بننے کے لیے مرتب کی گئی ہے۔

ہر مسلمان ایسی خواہش رکھتا ہے کہ وہ معاشرے میں ایک باعزت مقام حاصل کرے۔ جب انسان شادی کر لیتا ہے اور آگے اس سے اس کی نسل بڑھنا شروع ہو جاتی ہے تو یہ ایک خاندان کہلائے گا۔ اب اس خاندان کو تربیت ملے گی تو یہ اپنے آپ کو معاشرے میں چلا سکے گا۔ جیسی اس کی تربیت ہوگی اور جیسے اس نے رہنا سہنا سیکھا ہوگا ویسے ہی یہ معاشرے میں دیکھا و پرکھا جائے گا۔

ایک مسلمان خاندان کے پاس اس کا بہترین مذہب ''اسلام'' موجود ہے۔ جس کی تعلیمات تمام مذاہب سے عمدہ اور نفیس ہیں۔ ہر مسلمان نہ تو عالم دین ہوتا ہے اور نہ ہی مسائل دینیہ سے پوری طرح واقف۔ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ اسلام نے ہر مسلمان کی تربیت کا بندوبست بھی کیا ہے۔ ہر ہفتہ میں جمعۃ المبارک پڑھا جاتا ہے۔ اس میں مسلمان کی تربیت کا سامان ہوتا ہے۔ عیدین (عید الفطر، عید الاضحیٰ) اس میں مسلمان کی تربیت، پھر دروسِ قرآن، تربیتی جلسے و کانفرنسیں وغیرہ بھی مسلمان کی تربیت کے لیے مدد و معاون کہی جا سکتی ہیں۔ اس کے بعد علمائے کرام سے مسائل پوچھ اور سیکھ کر تربیت لی جا سکتی ہے۔ یہ خود بھی پڑھ سکتے ہیں۔ کتب اسلامی موجود ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ایک مسلمان خاندان کی تربیت کے لیے بعض علمائے اسلام کے فتاویٰ کو بعض جرائد اور کتب سے نکال کر یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس ذخیرے میں شروطِ نکاح کے ضمن میں اس کے متعلقات، نکاح کے مباہات، کن کا نکاح کس لیے اور کیسے کیا جائے، وٹہ سٹہ کی شادی، حق مہر، زبردستی کے نکاح، رشتے کرنے کے لیے اسلامی طریقے، طلاق کے بیان میں اس کے متعلقات، عدت کے عنوان کے تحت ذیلی مسائل، پرورش کا حق، تعدد ازواج، ظہار، خلع، رضاعت اور وراثت جیسے دقیق مسائل کا حل آسان پیرائے میں قرآن وسنت کے مطابق درج کتاب ہے۔ مولانا محمد سرور عاصم صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں جنھوں نے جناب محمد اختر صدیق صاحب کی ایک عمدہ کاوش کو مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے شائع کیا اور عامۃ الناس کی راہنمائی کے لیے پیش فرما دیا۔

اللہ اس کتاب کو مسلمان خاندانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، آمین۔ کتاب خوب صورت مجلد، سفید عمدہ کاغذ اور نفیس طباعت ہے۔

قبروں پر مساجد اور اسلام

مؤلف: علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ: مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ، رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی ذات شریف کسی تعارف وتبصرے کی محتاج نہیں۔ اہل علم وفضل میں انھیں اعلیٰ مقام ومرتبہ

حاصل ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ان کی ایک عربی تالیف ''تحذیر الساجد عن اتخاذ القبور مساجد'' کا عام فہم اردو ترجمہ ہے۔ کتاب کے شروع میں الشیخ موصوف کا تعارف، الشیخ کی تصانیف ومؤلفات کے نام، ان کے تلامذہ اور اساتذہ کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے۔

کتاب سات حصوں میں تقسیم ہے یعنی سات فصلیں قائم کر کے قبروں پر مساجد کی تعمیر اور اسلامی شعائر کی ان پر ادائیگی کو ممنوع اور غیر مشروع ثابت کیا گیا ہے۔ استدلال قرآن وحدیث کی سچی تعلیمات سے لیا گیا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اردگرد کتنی قبور ایسی ہیں جن پر میلے، عرس، ناچ، بھنگڑے، چمٹے، ڈھول، باجے، سارنگی اور ڈیک تک بجائے جاتے ہیں۔ ہر جمعرات کو اور ہر سال کے بعد کئی قبروں پر عورتوں اور نادان مردوں کے جمگھٹے دیکھنے کو ملتے ہیں۔

انبیائے کرام اور بالخصوص رسول آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے تو اپنی قبر مبارک کو سجدہ گاہ نہ بنانے کی تلقین اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو فرما دی تھی۔ پھر اس آخری نبی ﷺ کے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبور بھی نام نہاد مسلمانی کا دعویٰ رکھنے والے قبر پرست لوگوں کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہیں کہ ان پر میلے اور عرس جیسی خرافات نہیں پائی جاتیں۔

زیر تبصرہ کتاب کی ساتوں فصلیں (حصے) قبروں پر مساجد بنانے اور ان قبروں پر حاجتیں مانگنے، نذریں اور نیاز وغیرہ پکانے وچڑھانے جیسے امور ممنوعہ قرار دیے گئے ہیں۔ مفید علمی مباحث اور ان کی تشریح کر کے بات کو دلائل سے سمجھایا گیا ہے۔ پڑھیے اور آگے دوسرے افراد تک دینی وسچی تعلیمات پہنچائیں۔ کاغذ بہترین، مجلد اور خوب صورت کمپوزنگ ہے۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری کے لیے دعائے مغفرت

بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات پر ہمارے جماعتی احباب نے تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ ان کے نام ذیل میں درج ہیں:

(۱) مولانا صدیق الحسن، بھومن شاہ، اوکاڑا۔ (۲) مولانا عنایت اللہ امین صاحب مدرس راجووال۔ (۳) شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووال۔ (۴) میاں محمد یوسف آپٹیکل نیا بازار قصور۔ (۵) محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد۔ (۷) حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی، کوٹ رادھاکشن۔ (۸) منیر احمد قمر، منیجر ''الاخوۃ'' لارنس روڈ، لاہور۔ (۹) شہادت طور، منیجر تنظیم اہل حدیث، لاہور۔ (۱۰) عطاء محمد جنجوعہ، سرگودھا۔ (۱۱) عابد مجید مدنی۔ (محمد سلیم چنیوٹی)

دعائے مغفرت

ہفتہ رفتہ میں یکے بعد دیگرے دو علمائے ربانی کا انتقال جماعت کے لیے ایک صدمہ ہے۔ مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری، مولانا محمد عبداللہ بھٹوی رحمہ اللہ کی خدمات کو شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف نے خراجِ تحسین پیش کیا اور بلندیِ درجات کی دعا کروائی۔ (عنایت اللہ امین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تشنگان علم کے لئے عظیم خوش خبری

مرکز الدعوۃ السلفیۃ ستیانہ بنگلہ فیصل آباد

میں سابقہ روایات کے مطابق اس سال (2012ء) بھی

دورہ تفسیر القرآن اور دورہ صرف ونحو کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔

دورہ تفسیر

استاذ الاساتذۃ ، شیخ القرآن و الحدیث مولانا **عبداللہ امجد چھتوی** حفظہ اللہ اور استاذ الاساتذۃ فضیلۃ الشیخ مولانا **ابونعمان بشیر احمد** حفظہ اللہ

کرائیں گے۔(ان شاء اللہ)

جس میں جدید وضروری مسائل پر گفتگو، ادیان باطلہ، فتنہ انکار حدیث اور گمراہ فرقوں کا رد پیش کیا جائے گا۔

دورہ نحو و صرف

فضیلۃ الشیخ استاذ محترم مولانا **محمد عمران دانش** صاحب حفظہ اللہ اور فضیلۃ الشیخ استاذ محترم مولانا **عبدالرشید ضیاء** صاحب حفظہ اللہ

کرائیں گے۔(ان شاء اللہ) دورہ صرف ونحو میں قواعد یاد کرانے کے ساتھ ساتھ صیغوں کا حل اور اجراء بھی کرایا جائے گا۔

دورہ جات 25 شعبان سے 27 رمضان تک جاری رہیں گے۔

دورہ کے اختتام پر طلباء کو قیمتی انعامات اور اسناد سے بھی نوازا جائے گا۔

نوٹ: طلباء کو لکھنے کی مشقت سے بچانے کیلئے دورہ صرف ونحو کے نوٹس دیئے جائیں گے۔(ان شاء اللہ)

الداعی الی الخیر : مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ (ناظم المرکز)

دوزخی کی مناجات

اس دیر کہن میں ہیں غرض مند پجاری
رنجیدہ بتوں سے ہوں تو کرتے ہیں خدا یاد
پوجا بھی ہے بے سود، نمازیں بھی ہیں بے سود
قسمت ہے غریبوں کی وہی نالہ و فریاد
ہیں گرچہ بلندی میں عمارات فلک بوس
ہر شہر حقیقت میں ہے ویرانہ آباد
تیشے کی کوئی گردش تقدیر تو دیکھے
سیراب ہے پرویز، جگر تشنہ ہے فرہاد
یہ علم، یہ حکمت، یہ سیاست، یہ تجارت
جو کچھ ہے، وہ ہے فکر ملوکانہ کی ایجاد
اللہ! ترا شکر کہ یہ خطہ پر سوز
سوداگر یورپ کی غلامی سے ہے آزاد!

(ڈاکٹر علامہ محمد اقبال)